بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

☆ شعروشاعری کا شرعی حکم ☆ بیس اسباق ☆ علمِ عروض ☆ علمِ قافیہ
☆ عیوبِ سخن ☆ عروضی نقشے ☆ ساٹھ سوالات وجوابات ☆ پچاس فروق

آؤ، شاعری سیکھیں

(صرف بیس اسباق حل کر کے شاعری کے اوزان سیکھیں۔)

مصنف:
محمد اسامہ سَرسَری

دارُالمُصحَف

نام کتاب: آ ؤ، شاعری سیکھیں

اشاعتِ چہارم: محرم الحرام ۱۴۴۱ھ، ستمبر ۲۰۱۹ء

ناشر: دارالمصحف

صفحات: ۳۳۶

قیمت: ۶۰۰

فہرست

اقسامِ حروف

شاعری میں شمار نہ کیے جانے والے حروف

سوالات و جوابات

مستعمل بحور کی نظمیں اور غزلیں

خاتمہ

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

میں اپنی یہ کتاب ”آ ؤ، شاعری سیکھیں“ منسوب کرتا ہوں اس پیاری شخصیت کے نام جس نے مجھے سب سے پہلے یہ بتایا کہ شعر......

نہیں، اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔

انتساب سے پہلے میں آپ کو اپنے بچپن کی ایک دل چسپ کہانی سناتا ہوں:

ایک پرانی کہانی

”تایا ابا!“ میں نے ہولے سے انھیں پکارا۔

”جی بیٹا!؟“

”تایا ابا! یہ ’شیر‘ کیا ہوتا ہے؟“

”بیٹا! یہ ایک جانور ہوتا ہے، جسے جنگل کے تمام جانوروں کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔“ انھوں نے حسبِ معمول ٹشو پیپر کے ذریعے اپنی ناک سے غیر مرئی کثافت پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ والا نہیں۔“ میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر کونسا؟" انھوں نے ٹشو پیپر ایک طرف پھینکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جو جگہ جگہ لکھے ہوتے ہیں۔" میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر انھیں یاد دلانے کی کوشش کی۔

"اچھا تو آپ 'شعر' کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، بیٹا! وہ ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔" مسکراہٹ ان کے لبوں سے گزر کر رخسار تک آتے آتے ہنسی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

"تایا ابا! آپ بتائیں تو سہی، میں سمجھ جاؤں گا۔" میں نے ضد کی۔

ابھی ہم تایا بھتیجے کے سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا کہ اچانک میرے والد محترم گویا ہوئے:

"ارے **امین بھائی**......! یہ ہم سے بھی اسی طرح کے سوالات کرتا رہتا ہے۔"

"مگر **رفیق!** یہ تو اچھی بات ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ بہت ذہین ہے، ہمیں بچوں کے اس طرح کے سوالات کو **سَرسَری** نہیں لینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور شفقت بھرے لہجے میں سمجھانے لگے:

"دیکھو، **اسامہ** بیٹا! شعر میں دو برابر جملے ہوتے ہیں، اس میں ایک آہنگ محسوس ہوتا ہے اور سب سے زیادہ خاص بات یہ کہ شعر کے اندر کم لفظوں میں زیادہ اور پُراثر بات کہی جاتی ہے۔"

"اوہ، اچھا......" میں نے کچھ کچھ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

اگر چہ یہ کہانی حرف بہ حرف یوں نہیں ہے، مگر یہ سوال اور جواب ایک سچ ہے۔

لہٰذا میں اپنی اس کتاب "**آ ؤ، شاعری سیکھیں**" کو

محترم محمد امین بن محمد یوسف صاحب

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

جو میرے تایا اور خالو ہونے کے علاوہ میرے سسر بھی ہیں اور مجھے سب سے پہلے یہ سمجھانے والے بھی کہ شعر کیا ہوتا ہے۔

پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

بڑوں سے سنتے آئے ہیں کہ شاعر یا تو ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، آپ کسی غیر شاعر کو شاعر نہیں بنا سکتے ایک کمزور شاعر کو مضبوط کرنے اور اس کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ محمد اسامہ سَرسَری کی تربیتی کتاب ''آؤ شاعری سیکھیں'' کی سادہ بیانی اچھی لگی۔ ایک مشکل بات کو آسان کر کے پیش کرنا بذاتِ خود ایک مشکل کام ہے، اس کا مجھے بھی کچھ کچھ تجربہ ہے۔ سو، میں کہہ سکتا ہوں کہ جنابِ سرسری اپنے ہی قبیلے کے شخص ہیں۔ پیرایۂ اظہار کو دل چسپ بنانا بھی تو فن ہے، اور فاضل مصنف نے اس فن کو خوبی سے برتا ہے۔ خود کو ایک مبتدی کی سطح پر رکھ کر اس کتاب کو پڑھنا ایک مشکل تجربہ تھا، تاہم وہاں پہنچ کر اچھا لگا۔

انسانی کلام میں، وہ شعر ہو یا کچھ اور ہو، آخری درجے تک رسائی محال ہے۔ اچھے لکھے اور اچھے کہے کو اور اچھا کرنے کی گنجائش ہمیشہ رہا کرتی ہے، سند کا درجہ حاصل کرنا کوئی سہل بات ہے کیا؟ چند ایک مقامات پر کچھ علمی اِشکالات، یا مناسب تر الفاظ میں، میرے تحفظات کے باوجود ایک نو آموز کو انگلی پکڑ کر چلانے کا اسلوب جو فاضل مصنف نے اپنایا ہے، عمدہ بھی ہے، پر کشش بھی ہے اور لائقِ تحسین بھی ہے۔

میرا تھیسس بھی یہ ہے کہ عروض اور قوافی کے علوم کو شعر میں ممد و معاون ہونا چاہئے، کہ شعر محض کلامِ منظوم سے بہت آگے جا کر شعر کہلاتا ہے۔ گزشتہ دنوں مصنف سے علمِ قوافی کی

تشکیلِ نو پر بات ہو رہی تھی، مجھے امید ہے کہ ان کی آئندہ تصنیف میں اس پر توجہ بھی شامل ہوگی اور کچھ مختصر مختصر باتیں زبان کے قواعد، روزمرہ، محاورہ، املاء وغیرہ پر بھی کہ ایک شاعر کے لئے ان کی اہمیت دو چند ہے۔ یہ سارے علوم بجائے خود بہت وسیع ہیں اور ان پر کام بھی بہت ہو چکا ہے، یہاں میرا اشارہ اس طرف ہے کہ زیرِ نظر کتاب ''آؤ شاعری سیکھیں'' کا اسلوب نئے لکھنے والوں کے لئے بہتر معاون ہوسکتا ہے۔ ایسی مفید کتاب کی اشاعت پر فاضل مصنف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

محمد یعقوب آسیؔ (ٹیکسلا) پاکستان

17/فروری 2015ء

مقدمہ

اس کتاب میں شاعری کی ابتدائی باتیں سکھانے کے لیے بیس اسباق ہیں، ان بیس اسباق کو ان دوستوں کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جو بالکل ابتدا سے شاعری اور اس کے اوزان سیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

شاعری اور عروض پر یوں تو بے شمار کتب لکھی گئی ہیں، لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی، عام طور پر کسی بھی فن کی متعدد کتابوں میں سے ہر کتاب کچھ نہ کچھ الگ خوبیوں کی حامل ہوتی ہے، اس کتاب کی بھی دو خوبیاں قابلِ ذکر ہیں:

❶ اس میں نہایت خشک موضوع کو انتہائی آسان انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

❷ دیگر کتبِ عروض وقواعد کی طرح اس کتاب کا آپ کو صرف مطالعہ نہیں کرنا، بلکہ اس میں موجود ہر سبق کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اسے حل بھی کرنا ہے۔

یعنی ہر سبق کے بعد کچھ سوالات دیے گئے ہیں جنھیں حل کر کے ہی آپ زینہ بہ زینہ شاعری کی معراج حاصل کر سکیں گے، پھر ان سوالات کو حل کرنے کے لیے خالی سطور پر مشتمل ایک صفحہ بھی ساتھ ہی دیا گیا ہے، آپ اس پر اپنا سبق حل کر کے اس کی کسی بھی استاد سے یا خود صاحبِ کتاب سے تصحیح بھی کروا سکتے ہیں اور اس تصحیح کے لیے مزید ایک صفحہ خالی سطروں پر مشتمل رکھا گیا ہے۔

گویا اگر آپ اس کتاب کے ہر سبق کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد حل کریں اور پھر کسی بھی استاد یا خود مصنف سے اصلاح لیتے رہیں تو یہی کتاب شاعری کے میدان میں آپ کے قدم رکھنے کی سند کی حیثیت بھی اختیار کر لے گی، ان شاء اللہ۔

ان بیس اسباق کے علاوہ بھی اس کتاب میں شعر و ادب سے دل چسپی رکھنے والوں کی تسکینِ قلب کا کافی سامان کیا گیا ہے، جیسے: حرفِ روی، مترجم قوافی، آسان زمینیں، عیوبِ سخن، ساٹھ سوالات و جوابات، ریاضتِ شعری، مشہور نظموں کے اوزان، موزوں آیات و احادیث، تقطیع، عروضی نقشے، فہرستِ اساتذہ، بندے کے اساتذہ کی طرف سے بتائے گئے شاعری کے مفید نِکات اور پچاس فروق کی فہرست، وغیرہ۔

کتاب میں مختلف مقامات پر آپ کو کچھ باتوں کی تکرار بھی نظر آئے گی، اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی بات مختلف انداز سے سامنے آ کر اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

یہ اس کتاب کا اضافہ شدہ ایڈیشن ہے، گزشتہ طباعت اور اس ایڈیشن میں آپ کو بہت سی تبدیلیاں نظر آئیں گی، الحمدللہ ان اضافہ جات کے بعد یہ کتاب اس فن میں بہت حد تک جامع ہو چکی ہے۔

اگر ماہرینِ فن کوئی غلطی دیکھیں تو بندے کو اس ای میل ایڈریس پر ضرور مطلع فرمائیں: "usamasarsari786@gamil.com"، یہ ان کا بندے پر علمی احسان ہوگا۔

اگر آپ مبتدی شاعر ہیں اور اس کتاب کے اسباق بندے کی نگرانی میں حل کرنا چاہتے ہیں تو درجِ بالا ای میل ایڈریس پر رابطہ کر کے طریقۂ کار معلوم کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور لکھنے اور پڑھنے والوں کو خوب سے خوب تر علمی ترقی نصیب فرمائے۔ آمین!

والسلام

محمد اسامہ سَرسَری

10-1-2015

شعر و شاعری کا شرعی حکم

شاعری کرنا یا سیکھنا بذاتِ خود برا نہیں ہے، بلکہ بطور علم ادب یہ ایک مستحسن عمل ہے، لیکن دیگر امور کی طرح اس معاملے میں بھی افراط وتفریط پایا جاتا ہے۔

چنانچہ اگر ایک طرف کچھ لوگ مطلقاً شاعری کا رد کرتے ہیں تو دوسری جانب کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جنھوں نے شاعری ہی کو علوم کی معراج سمجھ رکھا ہے۔

معتدل نظریہ اس باب میں یہ ہے کہ شاعری میں اگر اچھے خیالات ہیں تو یہ ایک اچھی اور مفید چیز ہے اور اگر خدانخواستہ کسی نے منفی خیالات اور بد مقاصد کے پیش نظر اشعار کہے ہیں تو اس طرح کی شاعری کو غلط اور مضر کہا جائے گا۔

مثبت اور منفی دونوں قسم کی شاعری دیکھنے، سننے اور پڑھنے کو ملتی ہے، لہٰذا ایک معتدل نظریات کا حامل شخص اس بارے میں یہی فیصلہ کرے گا کہ جو شخص اچھی شاعری کر رہا ہے وہ اچھا کام کر رہا ہے اور جس نے اپنی شاعری کو منفی رخ دیا ہے وہ غلط کر رہا ہے۔

قرآنِ کریم کی ایک آیتِ مبارکہ کا ترجمہ ہے:

”رہے شاعر لوگ، تو ان کے پیچھے تو بے راہ لوگ چلتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں؟ اور یہ کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں، **ہاں مگر وہ لوگ مستثنٰی ہیں** جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا

اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد اس کا بدلہ لیا اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب پتا چل جائے گا کہ وہ کس انجام کی طرف پلٹ رہے ہیں۔" (ترجمہ سورۂ شعراء: ۲۲۴ تا ۲۲۷)

"یہ استثناذ کر فرما کر اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اگر شاعری میں یہ خرابیاں نہ ہوں اور ایمان اور عملِ صالح کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعری کرے اور اپنے شاعرانہ تخیلات کو دین و مذہب کے خلاف استعمال نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ظلم کا بدلہ لینے کا ذکر بطورِ خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں شاعری پروپیگنڈے کا سب سے مؤثر ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ کوئی شاعر کسی کے خلاف کوئی شان دار ہجو یہ قصیدہ کہہ دیتا تو وہ لوگوں کی زبانوں پر چڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ بعض بدنہاد کافروں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی اس قسم کے اشعار کہہ کر مشہور کر دیے تھے۔ بعض صحابہ مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ قصیدے کہے اور ان میں کفار کے اعتراضات کا جواب دیا، بلکہ ان کی اپنی حقیقت واضح فرمائی۔ اس آیت میں ان حضرات کی شاعری کی تائید کی گئی ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

"إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔" (صحیح البخاری)

ترجمہ: "بلاشبہ بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔"

شعر گوئی کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال:

❶ حضرت ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شعر گوئی کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں، صحابہ کرام (رضی اللہ علیہم اجمعین) اور علمائے کرام نے شعر کہے ہیں، عربی اشعار کے سمجھنے کی تو یوں بھی ضرورت ہے کہ اس سے عربی زبان کو درست پہچان کر قرآن کریم کی تفسیر اور احادیثِ مبارکہ کے علوم و معارف تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔"

❷ ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "شعر کلام ہی کی ایک قسم ہے۔"

❸ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "شعر بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا، بلکہ اچھا شعر اچھا کلام ہے اور برا شعر برا کلام ہے۔"

(الموسوعة الفقهية ، مصطلح شعر ، ۹۱۸۹/۲)

البتہ مستقل شعر گوئی میں لگے رہنے اور اسے مشغلہ بنا لینے کو علمائے کرام نے مکروہ لکھا ہے، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔''

(صحيح البخاري ، كتاب الأدب، باب ما ى. كره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر ، الرقم: ٦١٥٤)

ترجمہ: "تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ اشعار سے بھرا ہوا ہو۔"

پہلا سبق

(قافیہ وردیف)

محترم دوستو! ہم آپ کوایک خوشی کی بات بتاتے ہیں۔

مگر پہلے یہ بتایئے کہ کیا آپ نے کبھی کوئی شعر یا نظم کہنے کی کوشش کی ہے؟

اگر آپ کا جواب "نہیں" میں ہے تو آیئے، ہم آپ کو سکھاتے ہیں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ حروف سے مل کر لفظ بنتا ہے اور لفظوں سے مل کر جملہ اور جملوں سے مل کر مضمون یا کہانی وغیرہ بنتے ہیں۔

بالکل اسی طرح نظم بنتی ہے شعروں سے مل کر اور شعر بنتا ہے مصرعوں اور قافیے سے مل کر اور مصرع بنتا ہے ارکان سے مل کر اور قافیہ بنتا ہے دماغ سے۔

معلوم ہوا کہ اگر آپ کو قافیہ اور ارکان بنانا آ گیا تو مصرع اور شعر کہنا بھی آجائے گا اور جب شعر کہنا آجائے گا تو چند اشعار کہہ کر آپ ایک نظم بھی کہہ لیں گے، پھر آپ کی اس نظم سے آپ کے متعلقین کو خوشی ہوگی اور وہ آپ کو دعائیں دیں گے تو آپ کو کتنی خوشی ہوگی۔

ہے نا خوشی کی بات!

تو آیئے، اب ہم شعر، مصرع، ارکان اور قافیے کی کچھ ابتدائی باتیں سیکھتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم آپ کو قافیے سے متعلق کچھ فائدے کی باتیں بتاتے ہیں۔

شعر کے آخر میں جو ہم آواز الفاظ آتے ہیں، انھیں "قافیہ" کہتے ہیں، جیسے:

خوشیوں کو کرلیں عام کہ ہے عید کا یہ دن
سب کو کریں سلام کہ ہے عید کا یہ دن

اس شعر میں "عام" اور "سلام" قافیے ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں غور کیجیے، دونوں کے آخر میں "م" ہے، اسے "حرفِ روی" کہتے ہیں۔

آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہورہا ہوگا کہ "عام" اور "سلام" قافیے ہیں تو ان دونوں کے بعد "کہ ہے عید کا یہ دن" بھی تو آرہا ہے، یہ کیا ہے؟ تو یہ بھی جان لیجیے کہ ایسے الفاظ جو نظم میں قافیے کے بعد بار بار آرہے ہوں، انھیں "ردیف" کہا جاتا ہے۔

تین چیزیں:

ماشاءاللہ اب تک آپ کے سامنے تین چیزیں آ گئیں:

❶ قافیہ ❷ حرفِ روی ❸ ردیف

اب انھی تین چیزوں کو ایک اور شعر سے سمجھ لیتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبال کے اس خوب صورت شعر میں "ہم" اور "قلم" قافیے ہیں۔

ان دونوں لفظوں میں "م" حرفِ روی ہے۔ "تیرے ہیں" ردیف ہے۔

کام

(۱) اس غزل میں غور کیجیے اور اس کے تمام قافیے، ان قافیوں میں آنے والا حرفِ روی اور ردیف لکھیے۔

دے کوئی طبیب آ کے ہمیں ایسی دوا بھی
لذت بھی رہے درد کی ، مل جائے شفا بھی
روح و بدن و طاقت اسی رب نے ہیں بخشے
اعمال ہوں اچھے تو وہی دے گا جزا بھی
ناداں! طلبِ علم خود آغازِ عمل ہے
پھر پوچھتے کیوں ہو کہ عمل تم نے کیا بھی
اچھوں سے تو اچھائی سبھی اچھے ہیں کرتے
اچھا یہ ہے ، اچھائی کا قائل ہو برا بھی
ہے میرے خیالات کی پرواز جو محتاط
بدعت سے بھی بچنا ہے ، دکھانا ہے نیا بھی
محرومِ عنایت نہ سمجھ خود کو اسامہ!
ہے نعمتِ عظمیٰ تجھے توفیقِ دعا بھی

(۲) آپ بھی کوشش کر کے اچھے سے دو جملے اس طرح لکھیے کہ ان کے آخر میں قافیہ وردیف بھی ہو، پھر اس قافیے، حرف روی اور ردیف کی نشان دہی کیجیے۔

صفحہ برائے حل

دوسرا سبق

(قافیہ بندی کے اصول)

گزشتہ سبق میں ہم نے قافیہ، ردیف اور حرفِ روی کو مثالوں سے سمجھا تھا، اس سبق میں ہم ان شاء اللہ قافیہ خود بنانا سیکھیں گے۔

یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ شعر کے آخر میں جو ہم آواز الفاظ آتے ہیں انھیں "قافیہ" کہتے ہیں۔ اب اسے مثالوں سے سمجھیے:

مثال نمبر ❶:

کامل، عامل، شامل، عادل، ساحل، باطل، قاتل، جاہل، کاہل، حاصل، قابل

مثال نمبر ❷:

رحمان، ارمان، مہمان، نعمان، احسان، انسان، سنسان، گھمسان، سلطان

مثال نمبر ❸:

حلیم، علیم، رحیم، کریم، عظیم، نعیم، سلیم، حطیم، مقیم، جحیم، نسیم، لحیم، شحیم، مستقیم

مثال نمبر ❹: اور، بور، چور، ، زور، شور، ، مور

مثال نمبر ❺:

اٹک، بھٹک، پھٹک، چٹک، کھٹک، لٹک، کسک، چسک، سسک، بلک، پلک، جھلک،

چھلک، ڈھلک، فلک، چمک، دھمک، نمک

اب ہم آپ کو قافیے سے متعلق کچھ اہم باتیں بتاتے ہیں:

☆ قافیہ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کی عربی جمع "قوافی" اور اردو جمع "قافیوں" اور "قافیے" ہے۔

☆ قافیوں میں آخری اصلی حرف کا بالکل ایک جیسا ہونا ضروری ہے، دیکھیے مثال نمبر ❶ میں ہر لفظ کے آخر میں "ل" آرہا ہے۔ اسی طرح مثال نمبر ❷ میں ہر لفظ کے آخر میں "ن"، مثال نمبر ❸ میں ہر لفظ کے آخر میں "م"، مثال نمبر ❹ میں ہر لفظ کے آخر میں "ر" اور مثال نمبر ❺ میں ہر لفظ کے آخر میں "ک" آرہا ہے، اسی کو حرفِ روی کہتے ہیں۔

آپ کے ذہن میں یقیناً یہ سوال پیدا ہو رہا ہوگا کہ "آخری حرف" کو ہم "آخری اصلی حرف" کیوں لکھ رہے ہیں، بے فکر رہیے، ابھی آپ کے لیے یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے، اسی کتاب میں بیس اسباق کے بعد ہم نے بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں، ان میں قافیہ اور حرف روی سے متعلق مزید کچھ اہم باتیں بھی ذکر کی ہیں، وہیں آپ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ "آخری اصلی حرف" میں "اصلی" کا کیا مطلب ہے؟

☆ قافیوں میں آخری اصلی حرف اگر ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کی حرکت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے، دیکھیے مثال نمبر ❶ میں ہر لفظ کے آخر میں "ل" سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہے۔

☆ اگر کسی لفظ میں آخری اصلی ساکن حرف سے پہلے 'وٗ'، 'یٗ' یا 'اٗ' ہو اور ساکن ہو تو اس کے ہم قافیہ الفاظ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ دیکھیے مثال نمبر ❷ میں ہر لفظ کے آخر میں "ن" ہے اور "ن" سے پہلے "ا" ہے، اسی طرح مثال نمبر ❸ میں ہر لفظ کے آخر میں "م" اور اس سے پہلے "ی" ہے، اسی طرح مثال نمبر ❹ میں ہر لفظ کے آخر میں "ر" سے پہلے "و" ہے۔

☆ قافیوں کے آخر میں کم از کم ایک حرف کا بار بار آنا تو ضروری ہے، مگر ایک سے زیادہ جتنے حروف بار بار آئیں گے تو قافیوں میں اتنا ہی حسن پیدا ہوگا، دیکھیے مثال نمبر ❶ میں عامل اور کامل، ان دونوں کے آخر میں "ل" ہے اور دونوں میں "ل" سے پہلے "ام" بھی ہے۔ اسی طرح مثال نمبر ❷ میں رحمان، ارمان، مہمان، نعمان۔ ان چاروں کے آخر میں "م"، "ا" اور "ن" تینوں آرہے ہیں۔

کام

درجِ ذیل الفاظ میں سے ہر ایک کے کم از کم دس دس قوافی لکھیے۔

☆ نماز ☆ اطاعت ☆ امام ☆ عابد ☆ انوار ☆

☆ معلوم ☆ اقوال ☆ آباد ☆ دلبر ☆ زندگی ☆

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

تیسرا سبق

(درست، اچھے اور بہترین قافیے)

محترم دوستو! سب سے پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ کیا گزشتہ دونوں اسباق میں دیا گیا کام آپ نے کرلیا ہے یا نہیں؟

اگر کرلیا ہے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ!" کہیے۔

اور اگر آپ نے پچھلا کام نہیں کیا تو پہلے پچھلا کام کیجیے، پھر یہ سبق حل کیجیے گا۔

گزشتہ سبق میں ہم نے "قافیہ" خود بنانا سیکھا۔ قافیے سے متعلق بہت سی اہم باتیں بھی سامنے آئیں، اب ہم ان شاء اللہ قافیے سے متعلق مزید دل چسپ باتیں سیکھیں گے۔

قافیوں کے آخر میں جتنے حروف ایک جیسے ہوں گے، قوافی اتنے ہی عمدہ ہوں گے، اس لحاظ سے قوافی کے ہم عقلی طور پر تین درجات بنا سکتے ہیں:

❶ درست قافیے ❷ اچھے قافیے ❸ بہترین قافیے۔

"درست قافیے" وہ ہوتے ہیں جن میں قوافی کے تمام اصول کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ صرف آخری اصلی حرف ایک جیسا ہو، باقی سب الگ الگ ہوں، جیسے: مالی اور گاڑی۔ یہ دونوں لفظ ہم قافیہ تو ہیں، انھیں قواعد کی رو سے درست بھی کہا جائے گا، مگر ان میں عمدگی نہیں ہے۔

"اچھے قافیے" وہ کہلائے جاسکتے ہیں جن میں آخری اصلی حرف ایک جیسا ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے پہلے کے بھی کچھ حروف ایک جیسے ہوں، جیسے: مالی اور جھولی، ان دونوں میں آخری اصلی حرف "ی" ہے اور اس سے پہلے "ل" بھی دونوں میں آ رہا ہے، لہٰذا یہ قافیے پہلی قسم کی نسبت اچھے قافیے کہلائیں گے۔

"بہترین قافیے" ان قوافی کو کہا جائے گا جن میں آخری اصلی حرف ایک جیسا ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے پہلے کے زیادہ تر حروف ایک جیسے ہوں، جیسے مالی اور جمالی، ان دونوں میں آخری چاروں حروف یعنی "م، ا، ل، ی" ایک جیسے ہیں، لہٰذا یہ قافیے سب سے اچھے ہیں، مگر مشکل ہیں۔

شعر ملاحظہ فرمائیے:

بالآخر ہم نے بھی محفل جمالی ہے
یہ محفل کتنی پیاری اور جمالی ہے

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں "جمالی" آ رہا ہے، یہ قافیہ ہے، دونوں کے تمام حروف ایک جیسے ہیں، مگر پہلا "جمالی" جمانا سے ہے اور دوسرا "جمالی" جمال سے بنا ہے۔

ایک اور مثال:

لفظ "بتانا"، اچھی طرح غور کیجیے، اس لفظ میں کل پانچ حروف ہیں:

"ب، ت، ا، ن، ا"

آخر میں جو "نا" ہے وہ تو مصدر کے لیے ہے، جیسے آنا، جانا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا۔ اسے "نا" مصدریہ کہتے ہیں۔

"نا" مصدریہ سے پہلے "بتا" ہے، اس کا آخری اصلی حرف "الف" ہے اور الف سے پہلے "ب" اور "ت" ہیں۔

اب اس لفظ کے بھی ہم تین طرح کے قافیے بنا سکتے ہیں:

❶ درست قافیے وہ ہوں گے جن میں "نا" مصدریہ سے پہلے الف ہو، جیسے: جانا، کھانا، لانا، پانا۔

❷ اچھے قافیے وہ ہوں گے جن میں "نا" مصدریہ سے پہلے الف ہو اور اس سے پہلے "ت" بھی ہو، جیسے: جَتانا، جِتانا، ستانا۔

❸ بہترین قافیہ وہ کہلائے گا کہ اس میں اور "بتانا" میں اکثر حروف یا سبھی حروف ایک جیسے ہوں، جیسے: بِتانا (گزارنا)، بتانا (امر تاکیدی)

وضاحت:

قوافی کی یہ تقسیم "درست، اچھے اور بہترین" محض سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ درحقیقت قافیے دو ہی طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو درست ہوں اور دوسرے وہ جو غلط ہوں۔

کام

لفظِ "بہانہ" سے پہلی قسم (درست قافیے) کی آٹھ مثالیں، دوسری قسم (اچھے قافیے) کی پانچ مثالیں اور تیسری قسم (بہترین قافیے) کی تین مثالیں لکھیے۔

(واضح رہے کہ "ہ" اور "ا" ایک ہی حرفِ روی شمار ہوتے ہیں، لہٰذا بہانہ اور تماشا ہم قافیہ ہیں۔)

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

چوتھا سبق

(مقفّٰی جملے)

محترم دوستو!

گزشتہ اسباق میں ہم نے "قافیے" سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے ساتھ قافیہ سازی کی مشق بھی الحمدللہ! کسی حد تک کر لی ہے۔

ایک اہم بات یہ ذہن نشین کر لیجیے کہ قافیے کی اصطلاحات جو کتابوں میں موجود ہیں، وہ حد سے زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی قدر مشکل بھی ہیں، اس لیے ہم نے انھیں ذکر نہیں کیا، البتہ ان ابتدائی اسباق سے گزرنے کے بعد آپ ان کا مطالعہ ضرور کر لیجیے گا، اس کی کسی قدر تفصیل اسی کتاب میں آگے چل کر پیش کر دی گئی ہے۔

اب اس سبق میں ہم ان شاءاللہ مقفّٰی (یعنی قافیے والے) جملے بنانا سیکھیں گے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جب مقفّٰی جملے بنالیں گے تو ان جملوں سے مل کر پوری نظم بن جائے گی اور اس طرح آپ شاعر بن جائیں گے تو براہِ مہربانی زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں

"قوافی" سے آگے جہاں اور بھی ہیں

اب آپ مندرجہ ذیل جملے غور سے دیکھیے:

”اللہ کی عبادت کیجیے...... نبی کی اطاعت کیجیے...... قرآن کریم کی تلاوت کیجیے...... ماں باپ کی خدمت کیجیے...... بڑوں کی عزت کیجیے...... چھوٹوں پر شفقت کیجیے...... نیکیوں کی کثرت کیجیے...... گناہوں سے نفرت کیجیے...... یوں حاصل جنت کیجیے۔“

یہ سب جملے مقفّٰی ہیں۔ ان میں عبادت، اطاعت، تلاوت، خدمت، عزت، شفقت، کثرت، نفرت، اور جنت قافیے ہیں۔

ان سب قافیوں میں ”ت“ حرف روی ہے۔

اور ”کیجیے“ ردیف ہے۔

مقفّٰی جملے لکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ سب سے پہلے ایک موضوع متعین کیجیے، پھر اس موضوع سے متعلق ہم قافیہ الفاظ سوچ سوچ کر لکھ لیجیے۔

مثال کے طور پر آپ کو اپنے اسکول سے متعلق مضمون لکھنا ہے اور مضمون بھی ایسا جو پورا کا پورا مقفّٰی ہو تو پہلے آپ اسکول کے بارے میں جو جو باتیں آپ کے ذہن میں ہیں، ان سے متعلق ہم قافیہ الفاظ جمع کر لیجیے جیسے: اسکول، اسٹول، قبول، معمول، دھول، طول، پھول، مشغول وغیرہ۔

اب ان الفاظ کو مدِّ نظر رکھ کر اسکول سے متعلق جملے بناتے جائیے:

”میں جب گیا اسکول...... مسافت کا تھا بہت طول...... راستے میں تھی دھول...... مگر اسکول سے باہر تھے پھول...... درس گاہ میں تھیں کرسیاں، ٹیبل اور اسٹول...... اسکول جانا

ہے میرا روز کا معمول...... گھر میں اسکول کے کاموں میں رہتا ہوں مشغول...... اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کو کرلے قبول۔"

اسی طرح مثال کے طور پر اگر آپ کسی شرارتی بچے کے بارے میں مقفّٰی جملے لکھنا چاہتے ہیں تو پہلے اس شرارتی بچے سے متعلق ہم قافیہ الفاظ سوچ کر کسی صفحے پر درج کر لیجیے۔

مثلاً: نوجواں، مستیاں، رواں رواں، عیاں، انگڑائیاں، ناتواں، وہاں، تھیلیاں، کہاں، پشیماں، ساماں، طوفاں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب ان قافیوں کو سامنے رکھ کر مقفّٰی جملے لکھتے جائیے، مثلاً:

"ایک پیارا سا نوجواں......

کرتا تھا بہت مستیاں......

شرارت سے بھرا تھا اس کا رواں رواں......

ایک دن اس نے دیکھا کہ جا رہا ہے ایک مردِ ناتواں......

اور اس کے ہاتھ میں ہے کچھ ساماں......

شرارت نے فوراً لی انگڑائیاں......

اس نے اس سے کہا: "وہ دیکھو وہاں"......

جیسے ہی اس شخص نے دیکھا وہاں......

اس نے چھین لی اس کی سب تھیلیاں......

چھینتے ہی اسے بد بو کا محسوس ہوا طوفاں......

اُن میں کوڑا کرکٹ اور گندگی تھی عیاں......

جنھیں وہ پھینکنے جا رہا تھا نہ جانے کہاں......

نو جواں اپنی اس حرکت سے ہوا بہت پشیماں۔"

امید ہے کہ ان تین مثالوں سے آپ "مقفّٰی جملے" اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔

کام

اپنی زندگی کے تین اچھے سے دل چسپ قصوں کو کم از کم پانچ پانچ مقفّٰی جملوں کی صورت میں لکھیے۔

طریقہ یہی ہے کہ پہلے قصہ سوچیے، پھر اس کے متعلق ہم قافیہ الفاظ سوچ سوچ کر کسی صفحے پر لکھ لیجیے...... پھر مقفّٰی جملے لکھتے جایئے۔

ممکن ہے بہت سے ہم قافیہ الفاظ شروع میں ذہن میں نہ آئیں، بلکہ جملے لکھنے کے دوران یاد آتے جائیں۔

اور اگر خوب مشق کر لی جائے تو ہم قافیہ الفاظ پہلے سوچنے کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

پانچواں سبق

(شعر کا وزن)

محترم دوستو! گزشتہ اسباق میں ہم نے "قافیہ"، "حرفِ روی" اور "ردیف" سمجھنے اور ان کی مشق کرنے کے بعد مقفّٰی جملے بنانے کی بھی الحمدللہ! کافی مشق کر لی ہے......

کیا کہا......؟

آپ نے نہیں کی......؟

ارے بھئی! تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے......!!

گزشتہ چار اسباق پڑھیے اور مشق کر لیجیے۔

اب اس قسط میں ہم ان شاءاللہ وزن کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

جی ہاں جناب......! وزن اور قافیہ دو الگ الگ چیزوں کے نام ہیں، قافیے کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ شعر کے آخر میں جو ہم آواز الفاظ آتے ہیں انھیں قافیہ کہا جاتا ہے، جب کہ شاعری کی اصطلاح میں "وزن" قافیے سے ہٹ کر ایک دوسری چیز کا نام ہے۔

ردیف کا تعلق نظم یا غزل کے اشعار کے آخر میں آنے والے بالکل ایک جیسے الفاظ سے ہوتا ہے اور قافیے کا تعلق ردیف سے پہلے والے ہم آواز الفاظ سے ہوتا ہے، جب کہ

وزن کا تعلق قافیے اور ردیف سمیت شعر کے ہر ہر لفظ سے ہوتا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وزن کا تعلق شعر کے ہر ہر لفظ سے کس طرح ہوتا ہے؟ اور یہ وزن آخر ہے کیا چیز؟ گھبرائیے نہیں، ہم ان شاء اللہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ آسان انداز میں اس بات کو سمجھائیں گے۔

دیکھیے، وزن دو کلموں کی حرکات وسکنات کی تعداد اور ترتیب کے ایک ہونے کا نام ہے۔

کیا کہا......نہیں سمجھ میں آیا......؟

اچھا......چلیں کچھ اور تفصیل سے اس بات کو سمجھتے ہیں......اب ذرا غور سے پڑھیے گا:

تفصیل:

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ایک شعر میں دو مصرعے ہوتے ہیں......وہ دونوں مصرعے گویا دو جملے ہوتے ہیں......جیسے:

اکرم نے اک بکرا پالا
لمبا ، چوڑا ، کالا کالا

یہ پورا شعر ہے، اس میں دو مصرعے ہیں:

پہلا مصرع: اکرم نے اک بکرا پالا

دوسرا مصرع: لمبا، چوڑا، کالا کالا

ان دونوں مصرعوں کو غور سے دیکھیے، دونوں میں دو چیزیں ایک جیسی ہیں:

① دونوں مصرعوں میں سے ہر ایک میں سولہ حروف ہیں:

❶ا ❷ک ❸ر ❹م ❺ن ❻ے ❼ا ❽ک ❾ب ❿ک ⓫ر ⓬ا ⓭پ ⓮ا ⓯ل ⓰ا

❶ل ❷م ❸ب ❹ا ❺چ ❻و ❼ڑ ❽ا ❾ک ❿ا ⓫ل ⓬ا ⓭ک ⓮ا ⓯ل ⓰ا

② دونوں مصرعوں میں سے ہر ایک میں آٹھ حروف متحرک اور آٹھ حروف ساکن ہیں۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ متحرک کیا ہوتا ہے اور ساکن کس بلا کا نام ہے؟

چلیے ہم آپ کو یہ بھی بتائے دیتے ہیں۔

متحرک اس حرف کو کہتے ہیں جس پر زبر، زیر یا پیش ہو اور ساکن اس حرف کو کہتے ہیں جس پر زبر، زیر، پیش کچھ نہ ہو، بلکہ سکون ہو، جیسے: "اکرم" میں الف متحرک، ہے کیونکہ اس پر زبر ہے، "ک" ساکن ہے، پھر "ر" متحرک ہے، کیونکہ اس پر بھی زبر ہے اور "م" ساکن ہے۔

شعر کو دیکھ کر یہ بات بھی آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ اس کے دونوں مصرعوں میں متحرک اور ساکن حروف کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ پہلا حرف متحرک، دوسرا ساکن، تیسرا متحرک، چوتھا ساکن......اسی ترتیب پر دونوں مصرعے ہیں، یعنی ہر ایک متحرک کے بعد ایک ساکن آرہا ہے۔

اب یہ بھی سمجھ لیجیے کہ دو حروف جن میں سے پہلا متحرک ہو، دوسرا ساکن ہو تو اس کو "ہجائے بلند" کہتے ہیں۔

جیسے: اَبْ......جَبْ......دِلْ......سَرْ......جَگْ......پَرْ......خَطْ......گُلْ وغیرہ۔

اوپر ذکر کیے گئے شعر کے پہلے مصرعے میں آٹھ ہجائے بلند ہیں:

❶ اِک ❷ رَم ❸ نے ❹ اِک ❺ بَک ❻ را ❼ پا ❽ لا

ایک مثال اور ملاحظہ فرمایئے:

مرغی اپنے چوزے لائی
ککڑوں ککڑوں کرتی آئی

ان دونوں مصرعوں میں غور کیجیے اور خود ہی اپنی کاپی میں ان کے حروف الگ الگ کر کے لکھیے اور دیکھیے کہ اس شعر کے بھی ہر مصرعے میں آٹھ آٹھ ہجائے بلند ہیں......اور ہاں "ککڑوں" کے نون غنہ (ں) کو نہیں گننا، کیوں کہ نون غنہ مستقل حرف نہیں ہوتا۔

کام

❶ ایک ہجائے بلند، جیسے: کا، کی، کے، پر، ہم، تم۔

آپ بھی ایسی تیس مثالیں لکھیے۔

❷ دو ہجائے بلند، جیسے: بکرا، مرغی، انڈا، بستہ، قلفی، گاڑی۔

آپ بھی ایسی بیس مثالیں لکھیے۔

<u>ایک بات اور:</u>

نون غنہ (ں) اور دوچشمی ہا (ھ) کو بالکل نہیں گننا، یعنی "ککڑوں" میں "کک" ایک ہجائے بلند اور "ڑوں" دوسرا ہجائے بلند ہے، اسی طرح "ہاتھی" میں "ہا" ایک ہجائے بلند اور "تھی" دوسرا ہجائے بلند ہے۔

اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اس قسط کو پھر سے پڑھیے۔

انسان کوشش کرتا رہتا ہے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے لیے آسانیاں اور سہولیات پیدا فرما ہی دیتے ہیں۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

چھٹا سبق

(فعولن)

محترم دوستو! آپ نے اس سلسلے کے سب سے پہلے سبق میں پڑھا تھا کہ جس طرح حروف سے مل کر لفظ بنتا ہے اور لفظوں سے مل کر جملہ اور جملوں سے مل کر مضمون یا کہانی بنتی ہے، اسی طرح نظم یا غزل بنتی ہے شعروں سے مل کر اور شعر بنتا ہے مصرعوں اور قافیے سے مل کر اور مصرع بنتا ہے ارکان سے مل کر اور قافیہ بنایا جاتا ہے دماغ سے۔

الحمدللہ! قافیہ بنانا آپ نے سیکھ لیا، اب صرف ارکان بنانا سیکھنا ہے، پھر آپ ارکان سے مصرع بنا سکیں گے، دو مصرعے بنالیں گے تو شعر بن جائے گا اور کئی اشعار بنالیں گے تو نظم بن جائے گی، یعنی منزل اب آپ سے زیادہ دور نہیں ہے، صرف ارکان بنانے کی دیر ہے۔ پھر آپ بھی اس طرح شعر بنائیں گے:

اسامہ سے ہم نے تو لی ہے یہ سُن گُن
بنانا ہے گر شعُر ، ارکان یوں چُن

ہجائے بلند اور کوتاہ سے بُن
فعولن ، فعولن ، فعولن ، فعولن

لفظ "ارکان" ایران اور ملتان کی طرح کسی ملک یا شہر کا نام نہیں، بلکہ ارکان رکن کی جمع

ہے اور رکن میں دو چیزیں ہوتی ہیں:

❶ ہجائے بلند ❷ ہجائے کوتاہ

"ہجائے بلند" آپ پچھلی قسط میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں، یعنی وہ دو حروف جن میں سے پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔ جیسے: "شاعری" میں "شا" اور "ری"......اور......"مشہور" میں "مش" اور "ہو"۔

"ہجائے کوتاہ" اس حرف کو کہتے ہیں جو لفظ کے اندر کسی بھی ہجائے بلند کا حصہ نہ بن سکے، دوسرے لفظوں میں "ہجائے کوتاہ" سے مراد وہ متحرک حرف ہے جس کے بعد ساکن نہ ہو یا وہ ساکن حرف ہے جس سے پہلے متحرک نہ ہو۔ جیسے: "شاعری" میں "ع" اور "مشہور" میں "ر"۔

یعنی ہجائے بلند میں دو حروف (متحرک+ساکن) ہوتے ہیں اور ہجائے کوتاہ میں ایک حرف ہوتا ہے، آسانی کے لیے ہجائے بلند کی جگہ "۲" اور ہجائے کوتاہ کے بجائے "۱" بھی لکھ لیتے ہیں۔

جیسے: لفظ "مشہور" کے بارے میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا وزن ہے: ۱۲۲ نیز لفظ "شاعری" کا وزن ہے: ۲۱۲۔

کمال ہے...... آپ کو تو بالکل اکتاہٹ نہیں ہو رہی...... ارے بھئی! اتنے خشک مضمون کا یہ حق ہے کہ اس کا پڑھنے والا کچھ تو اکتاہٹ محسوس کرے اور آپ ہیں کہ اکتاہٹ

چھو کر بھی نہیں گزر رہی...... اچھا...... اب سمجھ میں آیا...... خیر جانے دیجیے۔

تو بات چل رہی تھی ارکان کی کہ جو "ہجائے بلند" اور "ہجائے کوتاہ" سے بنتے ہیں۔

ارکان کی دو قسمیں ہیں:

❶ پانچ حرفی ❷ سات حرفی

پہلے ہم پانچ حرفی رکن کو سمجھتے ہیں۔

پانچ حرفی رکن کی دو قسمیں ہیں:

① فعولن (۲۲۱)

جیسے: صراحی، سمندر، پتیلا، سموسا۔

یعنی وہ پانچ حروف جن میں سے پہلا "ہجائے کوتاہ" ہو اور اس کے بعد دو "ہجائے بلند" ہوں۔

② فاعلن (۲۱۲)

جیسے: زیبرا، استری، آسماں، شاعری۔

یعنی وہ پانچ حروف جن میں سے پہلے دو حروف "ہجائے بلند" ہوں، پھر تیسرا حرف "ہجائے کوتاہ" ہو، پھر آخری دو حروف "ہجائے بلند" ہوں۔

اب ہم پہلے رکن (فعولن) کی مزید مثالیں پیش کرتے ہیں:

الٰہی، محمد، محبت، مسلسل، مناسب، نہیں ہے، ستانا، بتانا، رلانا، اطاعت، شرافت، کرامت، جہنم، مسلماں، مناظر، مسافر، بظاہر، خواطر، سوالی، کمالی، جمالی، مثالی، کنارہ، شمارہ، ہمارا، تمھارا، گزارہ، مساجد، شواہد، جرائد، مجاہد، مقلِّد، مسلسل، مقدّر، منوّر

ایک وضاحت:

جس حرف پر تشدید ہو وہ دو شمار ہوتے ہیں، جیسے: لفظ "محبت" میں "ب"، کیوں کہ لفظ "محبت" یوں پڑھا اور بولا جاتا ہے: "م۔حب۔بت"

آیئے اب اسی "فعولن" کو اشعار کے ذریعے سمجھتے ہیں:

کسی کو ستانا مناسب نہیں ہے
کسی کو رلانا مناسب نہیں ہے
پڑھائی کرو تم، پڑھا ہی کرو تم
ارے! جی چرانا مناسب نہیں ہے

اس شعر کے پہلے مصرع میں غور کیجیے، اس میں چار رکن ہیں:

❶ کسی کو: فعولن ❷ ستانا: فعولن ❸ مناسب: فعولن ❹ نہیں ہے: فعولن

بقیہ تین مصرعوں میں آپ خود غور کر لیجیے، باقی تین مصرعوں میں بھی اسی طرح چار چار "فعولن" ہیں۔

کام

❶ فعولن" کے وزن پر پچاس الفاظ لکھیے۔

❷ بتانا، اطاعت، سوالی، کنارہ، مسافر۔

یہ پانچوں الفاظ فعولن کے وزن پر ہیں، آپ ان میں سے ہر ایک کے ہم وزن اور ہم قافیہ دس دس الفاظ لکھیے، یعنی "اطاعت" کے وزن پر دس ایسے الفاظ جو فعولن کے وزن کے مطابق بھی ہوں اور ان کے آخر میں "ت" بھی ہو، جیسے: سلامت، کرامت وغیرہ۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

ساتواں سبق

(فاعلن)

محترم قارئینِ کرام!

کیسے ہیں آپ کے صبح وشام۔

خوب ہے نارواں زندگی کا نظام۔

ذہن میں رکھنا پیغامِ قائد مدام۔

یعنی بس کام، کام اور کام۔

پچھلی قسط میں معلوم ہوا تھا کہ پانچ حرفی رکن کی دو قسمیں ہیں:

❶ فعولن ❷ فاعلن

"فعولن" تو ہم نے مثالوں سے اچھی طرح سمجھ لیا تھا، جیسے: ولادت، رضاعت، لڑکپن، جوانی، بڑھاپا، شہادت، قیامت، بہشتی، فرشتے، بہاریں، ہمیشہ، وغیرہ، وغیرہ۔

اب ذرا "فاعلن" کی خبر لیتے ہیں۔

یعنی پہلے ایک "ہجائے بلند"......پھر......"ہجائے کوتاہ"......پھر......"ہجائے بلند"۔

جیسے: بچپنا، تربیت، نوجواں، طاقتیں، زندگی، برزخی، جنتی، نعمتیں، راحتیں، مستقل، تاابد، وغیرہ۔

ارے......! یہ آپ کی پیشانی پر اتنی سلوٹیں کہاں سے آ گئیں؟

کیا کہا......؟

نہیں سمجھ میں آیا......مگر کیوں؟

"فعولن" اور "فاعلن"، "ہجائے بلند" اور "ہجائے کوتاہ" تو گزشتہ اسباق میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔

اچھا اب سمجھ میں آیا کہ آپ کو سمجھ میں کیوں نہیں آیا، اب آپ کی سمجھ میں یقیناً یہ نہیں آ رہا ہوگا کہ ہماری سمجھ میں یہ کیسے آیا کہ وہ آپ کی سمجھ میں اس لیے نہیں آیا......نہیں آیا نا سمجھ میں؟ یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ آپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اور ہماری سمجھ میں بھی صرف وہی آیا کہ جس کا سمجھنا ضروری تھی، ایسا کیوں ہوا کہ وہ ہماری سمجھ میں آ گیا، مگر آپ کی سمجھ میں نہیں آیا؟ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ:

یا تو آپ نے گزشتہ اسباق پڑھے ہی نہیں ہیں......

یا پھر پڑھے تو ہیں، مگر سمجھے بغیر......

یا انھیں سمجھ بھی لیا ہوگا، مگر ان کی مشق نہیں کی ہوگی......

یا مشق بھی کر لی ہوگی، مگر زیادہ وقت گزرنے پر ذہن سے نکل گیا ہوگا۔

اب آتے ہیں "فاعلن" کی طرف:

"فاعلن" (٢١٢) کی چند مزید مثالیں:

جنوری ...... فروری...... سرسری...... کپکپی...... مصطفیٰ...... مجتبیٰ...... فاصلے......
قافلے...... استری...... مستری...... جستجو...... گفتگو...... روبرو...... بے وفا...... بے سرا......
باعمل......آج کل......لازمی......عارضی......ابتدا......انتہا......ملتوی......مقتدی۔

امید ہے اتنی مثالیں کافی ہوں گی، اگر صرف مثالوں کو دیکھ کر طبیعت میں جھنجھناہٹ اور جھنجھلاہٹ ہورہی ہے تو زیادہ تلملاہٹ اور گھبراہٹ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس اکتاہٹ اور جھلّاہٹ کو دور کرنے کے لیے چہرے پر مسکراہٹ کی سجاوٹ کے ساتھ درجِ ذیل اشعار کو دلی لگاوٹ اور قلبی تراوٹ کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے:

بارشوں کی فضا عام ہے آج کل
ہر کوئی شائقِ "آم" ہے آج کل
راستوں میں بڑی گندگی ہوگئی
اس لیے ہر سڑک جام ہے آج کل
جاگنا رات بھر اور جگانا ہمیں
مچھروں کا یہی کام ہے آج کل
آج کل منظرِ صبح ہے خوب رو
دل ربا منظرِ شام ہے آج کل

کام ہے کام پیغامِ قائد ہمیں
مقصدِ زیست آرام ہے آج کل
نام تو تھا "محمد اسامہ" فقط
کیوں مگر سَرسَری نام ہے آج کل

یہ کل چھ اشعار ہیں۔

ہر شعر میں دو مصرعے ہیں۔

ہر مصرع میں چار ارکان ہیں، یعنی فاعلن، فاعلن، فاعلن، فاعلن۔

پہلے مصرع میں غور کیجیے: "بارشوں کی فضا عام ہے آج کل"

بارشوں = فاعلن

کی فضا = فاعلن

عام ہے = فاعلن

آج کل = فاعلن

اسی طرح باقی تمام اشعار میں غور کرتے جایئے۔

وضاحت:

اسی غور کرنے کو شاعری کی زبان میں "تقطیع" کہتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی آپ سے کہے کہ اس نظم کے چھٹے شعر کی تقطیع کیجیے تو آپ اس کی تقطیع یوں

پیش کریں گے:

کام ہے = فاعلن

کام پے = فاعلن

غامِ قا = فاعلن

ئد ہے = فاعلن

ایک کام کی بات:

یاد رکھیے، اگر آپ کو "ہجائے بلند" اور "ہجائے کوتاہ" سمجھ میں آ گیا اور آپ نے اس کی اتنی مشق کر لی کہ کسی بھی جملے یا لفظ میں غور کر کے آپ اس کے تمام "ہجائے بلند" اور "ہجائے کوتاہ" کو الگ الگ کرنے پر قادر ہو گئے تو وزنِ شعری آپ گویا آدھے سے زیادہ سیکھ گئے۔

اس لیے آپ پورے ذوق وشوق کے ساتھ چلتے پھرتے مختلف الفاظ میں صرف یہ غور کرنے کی عادت بنا لیجیے کہ ان میں کتنے "ہجائے بلند" اور کتنے "ہجائے کوتاہ" ہیں۔

کام

❶ فاعلن (۲۱۲) کے وزن پر بیس الفاظ لکھیے۔

❷ سَرسَری......کپکپی......ڈگڈگی......استری......آدمی

ان تمام الفاظ میں دو باتیں مشترک ہیں: ایک یہ کہ ہر لفظ "فاعلن" کے وزن پر ہے اور دوسرا یہ کہ ہر لفظ کے آخر میں "ی" ہے، آپ ایسے دس الفاظ مزید لکھیے۔

❸ مندرجہ ذیل الفاظ کے "ہجائے بلند" اور "ہجائے کوتاہ" کے لحاظ سے نمبر نکالیے، یعنی ان کی تقطیع کیجیے:

دل، وفا، شام، شمع، کرم، عزم، بلبل، قریب، درخت، عَرَبی، علُما، طُلّاب، مناسب، کہکشاں، آسمان، منتظمہ، انتظامیہ، نظم، قَمر، عُمر، شکریہ۔

جیسے: شمع = ۱۲......کہکشاں = ۲۱۲

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

آٹھواں سبق

(فعولن وفاعلن مکرر)

محترم قارئینِ کرام......!

بلکہ محترم شعرائے عظام......! (ظاہر ہے جب "فعولن" اور "فاعلن" سیکھ لیا تو شاعر بن ہی گئے...... کیوں کہ "فعولن" اور "فاعلن" کے علاوہ شاعری میں ہے کیا؟...... کچھ بھی تو نہیں۔)

اگر آپ ایسا سوچنے لگے ہیں تو ہم نہ یہ کہیں گے کہ آپ بالکل غلط سوچ رہے ہیں اور نہ یہ کہیں گے کہ آپ مکمل طور پر ٹھیک سوچ رہے ہیں، کیوں کہ ابھی آپ نیم شاعر بننے کے قریب ہیں، لہٰذا آپ کا یہ سوچنا کہ شاعری میں "فعولن" اور "فاعلن" کے علاوہ اور کچھ نہیں، یہ ایک نیم شاعر کی سوچ ہے۔

اب ہم آپ کو حقیقت بتائے دیتے ہیں کہ شاعری صرف "فعولن" اور "فاعلن" کا نام نہیں، بلکہ یہ دونوں تو محض پانچ حرفی دو رکن ہیں، ان کے علاوہ سات حرفی ارکان کا سیکھنا ابھی باقی ہے، پھر ارکان سے مل کر "بحور" بنتی ہیں اور بحور کے جاننے کو "علم عروض" کہتے ہیں اور "علم عروض" اور "علم قافیہ" مل کر بھی شاعری کا ایک جزو بنتے ہیں، جسے فن کہا جاتا ہے، فکر اس سے بھی آگے کی چیز ہے، جس کا تعلق سیکھنے سے زیادہ مطالعے، مشاہدے اور تجربات

سے ہے۔

"فعولن" اور "فاعلن" کے علاوہ دوسرے ارکان بتانے اور ان کی مشق کروانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے "فعولن" اور "فاعلن" میں مزید پختگی حاصل کرلی جائے۔

گھبرائیے نہیں...... ہم آپ سے "فعولن" اور "فاعلن" کی مزید مثالیں بنانے کو نہیں کہیں گے...... وہ ماشاءاللہ آپ پہلے ہی بے شمار بنا کر اپنے بے پناہ شوق کا ہمیں یقین دلا چکے ہیں۔

بلکہ اب ہم ذرا ترقی کرتے ہوئے بجائے ایک فعولن یا فاعلن کے دو فعولن اور دو فاعلن کی مشق کریں گے، یعنی ایسے الفاظ لکھیں گے جن کا وزن "فعولن فعولن" یا "فاعلن فاعلن" ہو۔

"فعولن فعولن" کی مثالیں:

خدا ایک ہی ہے...... محمد نبی ہیں...... تمھاری دعائیں...... تمنا ہے دل کی...... ہے گرمی کا موسم...... یہ آموں کی پیٹی...... بھلی لگ رہی ہے۔

ان تمام مثالوں میں سے ہر ایک میں خوب غور کیجیے، ان سب کی تقطیع "فعولن فعولن" کے وزن پر ہوگی۔

سب سے پہلی مثال "خدا ایک ہی ہے" کی تقطیع اس طرح ہوگی:

خدا اے = فعولن

ک ہی ہے = فعولن

یہ بات ایک بار پھر بتائے دیتے ہیں کہ دوچشمی ہا(ھ) اور نون غنہ(ں) کو وزن میں شمار نہیں کیا جاتا، جبکہ الفاظ کے آخر میں آنے والے حروفِ علت (الف، و، ی) اور حرفِ "ہ" کو وزن میں شمار کرنے یا نہ کرنے کا شاعر کو اختیار ہوتا ہے، لیکن اگر شمار نہ کرنے کی صورت میں پڑھنا اچھا نہ لگ رہا ہو تو اس صورت میں ان حروف کو گرانا مناسب نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر "تمنا ہے دل کی" اس مثال میں "ہے" کی "ے" کو شمار نہیں کیا جائے گا، لہٰذا اس کا وزن یوں بنے گا:

تمنا = فعولن

ہِ دل کی = فعولن

"فاعلن فاعلن" کی مثالیں:

اے خدا کر عطا...... مصطفیٰ ہیں نبی ......سلسلہ خوب ہے......آم کا جوس پی...... آم کی پیٹیاں...... ماں کی خدمت کرو......سب کی عزت کرو۔

ان تمام مثالوں میں سے ہر ایک کی تقطیع "فاعلن فاعلن" کے وزن پر ہوگی۔

سب سے پہلی مثال "اے خدا کر عطا" کی تقطیع یوں ہوگی:

اے خدا = فاعلن

کر عطا = فاعلن

کام

❶ "فعولن فعولن" کے وزن پر بیس مثالیں لکھیے۔

❷ "فاعلن فاعلن" کے وزن پر بیس مثالیں لکھیے۔

❸ علامہ اقبال کی نظموں کا مطالعہ کریں اور جو نظم آپ کو سب سے زیادہ پسند آئے وہ لکھیے اور پھر یہ وضاحت بھی کیجیے کہ آپ کو وہ نظم سب سے زیادہ کیوں پسند آئی؟

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

نواں سبق

(فعولن کی مشق)

محترم شعرائے عظام!

جی ہاں جناب! اس بار ہم خود آپ کو ”شعرائے عظام“ کا لقب دے رہے ہیں، اس لیے کہ کسی کو لقب دو وجہ سے دیا جاتا ہے (ہمارے نزدیک)، ایک تو اس وجہ سے کہ وہ صفت اس میں پہلے سے موجود ہوتی ہے جیسے علامہ اقبال مرحوم کو اردو اور فارسی شاعری میں مشرقی روایات کی بہترین ترجمانی کی وجہ سے ”شاعرِ مشرق“ کا لقب دیا گیا۔ دوسرے اس وجہ سے کسی کو لقب دیا جاتا ہے کہ اس لقب کی لاج رکھتے ہوئے وہ مستقبل قریب میں اپنے اندر اس صفت کو پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

آپ کو ”شعرائے عظام“ کا لقب اس دوسری وجہ سے دیا جا رہا ہے، تاکہ اس لقب کی لاج رکھتے ہوئے آپ شاعری سیکھنے کی کوشش کو نہ صرف جاری رکھیں، بلکہ اس سبق کو پڑھ کر مکمل مصرع بنانے پر قادر ہونے کی خوشی میں مزید محنت کریں۔

یاد رکھیے، ایک اچھا شعر کہنے کے لیے جہاں ”فعولن“ اور ”فاعلن“ جیسے ارکان بنانے کی مہارت ضروری ہے (جو کہ ماشاء اللہ! آپ کے اندر پیدا ہو چکی ہے) وہیں ایک عمدہ شعر وجود میں لانے کے لیے ہزاروں اشعار کا مطالعہ کرنا بھی از حد ضروری ہے۔

لہٰذا اب آپ کے ذمہ ہے کہ اس لقب "شعرائے عظام" کی لاج رکھتے ہوئے اس سلسلے میں دیا گیا کام کرنے کے ساتھ بڑے شعراء کا کلام بھی پڑھیں۔ جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے ایک شاعر کا انتخاب کریں، مثلاً علامہ اقبال، پھر ان کے دیوان "کلیاتِ اقبال" کا مطالعہ شروع کر دیں اور روزانہ اپنا کچھ وقت مثلاً پندرہ منٹ یا آدھا گھنٹہ اس کام کے لیے مختص کر لیں۔

اب آتے ہیں مشق کی طرف:

آپ ماشاءاللہ "فعولن" اور "فاعلن" کی خوب مشق کر چکے ہیں، حتیٰ کہ "فعولن فعولن" اور "فاعلن فاعلن" کی مثالیں بھی بنا چکے ہیں، یوں سمجھیے کہ جب آپ نے "فعولن" کی مشق کی تو گویا آپ نے ایک چوتھائی مصرع بنانا سیکھ لیا، پھر جب آپ نے "فعولن فعولن" کی مشق کی تو آدھا مصرع سیکھ گئے، اب اگر اسے بھی دوگنا کر لیں تو آپ مکمل مصرع، بلکہ شعر کہنا سیکھ جائیں گے۔

یعنی "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن پر جملے بنانے میں اگر آپ کامیاب ہو گئے تو گویا شعر کہنے پر قادر ہو گئے۔

ان جملوں میں غور کیجیے:

ہمارا بھی روزہ تمھارا بھی روزہ ...... کراچی میں گرمی بہت ہو رہی ہے ...... ہمارے یہاں آج بجلی نہیں ہے ...... الٰہی! عطا کر ہمیں بھائی چارہ ...... محبت سے رہنے کی عادت

عطا کر......دسہری، سرولی ہیں آموں کی قسمیں۔

یہ تمام جملے "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن پر ہیں، انھیں بار بار اپنی زبان سے دہرائیے اور غور کیجیے کہ کہاں حرف علت وزن سے گر رہا ہے اور کہاں نہیں گر رہا۔

مثال کے طور پر:

ہمارا=فعولن......بھی روزہ=فعولن......تمھارا=فعولن......بھی روزہ=فعولن

پہلے رکن "ہمارا" میں ایک بھی حرف نہیں گر رہا، دوسرے رکن "بھی روزہ" میں "ی" شمار نہیں ہوگی، دوچشمی ہا (ھ) کا تو اصول ہے کہ وہ کبھی شمار نہیں کی جاتی، "ی" میں اختیار ہوتا ہے، گویا لفظِ "بھی" ایک ہجائے کوتاہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اندر یہ صلاحیت کیسے پیدا ہوگی کہ آپ بھی "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن پر پورا جملہ کہنے پر قادر ہوجائیں، ہمارا خیال ہے کہ بعض دوست خداداد صلاحیت کی بنا پر اب تک قادر ہو چکے ہوں گے، بعض کو بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا ہوگا، جبکہ بعض کو کچھ کچھ مشکل پیش آ رہی ہوگی۔

جنھیں خداداد صلاحیت کی بنا پر سمجھ میں آ چکا ہے اور وہ اس وزن پر پورا جملہ بنانے پر قادر ہو چکے ہیں انھیں تو بہت بہت مبارک ہو!

جنھیں بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا، انھیں چاہیے کہ گزشتہ اسباق کو دوبارہ پڑھیں، ان کی خوب مشق کریں پھر اگلا سبق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

جنھیں کچھ کچھ مشکل پیش آ رہی ہے، ان کے لیے ہم ایک آسان سا طریقہ بتلائے دیتے ہیں۔

ان الفاظ کو کم از کم بیس مرتبہ زیرِلب دہرایئے: "فٹافٹ فٹافٹ فٹافٹ فٹافٹ"

پھر بیس مرتبہ اس جملے کو دہرایئے: "فٹافٹ کرو تم فٹافٹ کرو تم"

پھر بیس مرتبہ اسے دہرایئے: "ارادہ اگر ہو فٹافٹ کرو تم"

امید ہے اب کچھ مناسبت ہوگئی ہوگی۔

اب اپنے طور پر بنانے کی کوشش کریں اور اگر پھر بھی مشکل ہو تو اس عمل کو پھر دہرایئے، یہاں تک کہ "فعولن فعولن فعولن فعولن" یا "فٹافٹ فٹافٹ فٹافٹ فٹافٹ" آپ کی زبان پر اتنا رواں ہو جائے کہ اس وزن پر آپ آسانی سے کئی کئی جملے بنا سکیں۔

کام

❶ "فعولن فعولن فعولن فعولن" اس وزن کے مطابق بیس جملے لکھیے۔

❷ ان چار جملوں میں غور کیجیے:

☆ سوائے خدا کے سہارا نہیں ہے۔

☆ ہمیں کام کرنے کا یارا نہیں ہے۔

☆ سمندر تو ہے پر کنارہ نہیں ہے۔

☆ ہمیں پیچھے ہٹنا گوارا نہیں ہے۔

ان چاروں جملوں میں دو باتیں مشترک ہیں:

① چاروں "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن کے مطابق ہیں۔

② چاروں میں "سہارا"، "یارا"، "کنارہ" اور "گوارا" قوافی ہیں اور "نہیں ہے" ردیف ہے۔

البتہ چاروں جملے مطلب اور معنی کے لحاظ سے الگ الگ ہیں، آپ بھی ایسے کم از کم پانچ جملے بنائیے جو "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن پر ہوں اور ان کا کوئی قافیہ اور ردیف بھی ہو۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

دسواں سبق

(فاعلن کی مشق)

محترم دوستو!

گزشتہ سبق میں ہم نے "فعولن فعولن فعولن فعولن" کے وزن پر جملے بنانے کی مشق کی اور اسے مختلف انداز سے سیکھا ہے، اب اس قسط میں ہم "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن" کے وزن پر جملے بنانے کی مشق کریں گے، ان شاءاللہ۔

اس کے لیے سب سے پہلے ہم فاعلن کے وزن پر الفاظ جمع کر لیتے ہیں:

مصطفی......بہتریں......مجتبیٰ......رہنما......گرمیوں......جائیں گے

اب انھیں مناسب الفاظ کا اضافہ کر کے باہم جوڑ لیتے ہیں:

(۱) مصطفی رُشد کی بہتریں شمع ہیں

(۲) مجتبیٰ ہیں مرے دین کے رہنما

(۳) ختم اب گرمیوں کی ہوئیں چھٹیاں

(۴) مدرسے جائیں گے روز اب آپ ہم

یہ تو تھا بہت آسان انداز میں موزوں جملے بنانا، اب اسی وزن پر ان دو جملوں میں غور کیجیے:

(۵)وہ ہیں بدر الدجٰی ، وہ ہیں شمس الضحٰی

(۶)وہ سراپا ہدایت ہمارے لیے

ان جملوں کی "فاعلن" کے وزن پر تقطیع یوں ہوگی:

وہ ہِ بد......رُ دُجٰی ......وہ ہِ شم......سُض ضُحٰی ......

وہ سرا...... پا ہدا...... یت ہما......رے لیے

شروع کی چار مثالوں میں ہر فاعلن کی جگہ ایک مکمل لفظ ہے،مگر پانچویں اور چھٹے جملے میں ہر فاعلن کی جگہ جو لفظ آ رہا ہے وہ مکمل نہیں ہے، بلکہ ان میں الفاظ ٹوٹ رہے ہیں۔ دونوں طرح کی مثالیں دینے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ "فاعلن" یا "فعولن" کی جگہ پورا لفظ آنا ضروری نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مہارت کیسے پیدا ہو کہ ہم بھی "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن" کے وزن پر جملے بنانے پر قادر ہو جائیں؟

اس کے لیے ہم ایک آسان طریقہ پیش کرتے ہیں:

ان چار لفظوں کو زیرِ لب کئی بار دہرائیے:

"کھٹاکھٹا......کھٹاکھٹا......کھٹاکھٹا......کھٹاکھٹا"

پھر ان چار لفظوں کو بار بار دہرائیے:

"رب کا در......کھٹاکھٹا......رب کا در......کھٹاکھٹا"

پھر ان چار لفظوں کو کچھ دیر تک دہرائیے:

”سب ملے......گا تجھے......رب کا در......کھٹکھٹا“

اب انھی لفظوں کو آگے پیچھے کر کے دہرائیے:

”رب کا در......کھٹکھٹا......سب ملے......گا تجھے“

امید ہے اب کچھ آسان لگ رہا ہوگا، اب خود سے کوئی جملہ اس وزن پر بنانے کی کوشش کیجیے، اگر کام یابی ہو تو بہت مبارک! ورنہ اوپر دیے گئے نسخے پر پھر عمل کیجیے۔

ایک اور بات یہ ذہن نشین کر لیجیے کہ اب آپ کی شاعری کا وہ مرحلہ آگیا ہے جو بہت وقت مانگتا ہے، لہٰذا چلتے پھرتے ان باتوں کو سوچنا اور ان اوزان کی مشق کرنا، ”فعولن“ اور ”فاعلن“ کے وزن پر الفاظ اور جملے سوچنا آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔

شرط صرف محنت ہے، مسلسل محنت۔

تین اہم باتیں:

① کسی بھی لفظ کے درمیان سے حرفِ علت گرانا غلط ہے۔

② لفظ ”کیا“ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے، ایک سوال کے لیے، اس لحاظ سے یہ ایک ہجائے بلند ہے اور دوسرا کرنا سے ماضی کے لیے، اس لحاظ سے یہ ”فعو“ (۲۱) ہے، یعنی ہجائے کوتاہ + ہجائے بلند۔

③ لفظ ”کیوں“ ایک ہجائے بلند (۲) ہے۔

کام

❶ اساتذہ شعراء کا کلام مستقل اپنے مطالعے میں رکھیے۔

❷ "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن" اس وزن کے مطابق کم از کم بیس جملے لکھیے۔

❸ ان چار جملوں میں غور کیجیے:

① ختم ہونے لگی ہیں مِری چھٹیاں

② بادلوں کا سروں پر ہے اک سائباں

③ چاند، سورج، ستاروں کی ہے کہکشاں

④ آسماں پر چمکنے لگیں بجلیاں

ان چاروں جملوں میں دو باتیں مشترک ہیں:

(الف) چاروں "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن" کے وزن کے مطابق ہیں۔

(ب) چاروں میں "چھٹیاں"، "سائباں"، "کہکشاں" اور "بجلیاں" قوافی ہیں۔

البتہ چاروں جملے مطلب اور معنی کے لحاظ سے الگ الگ ہیں۔

آپ بھی ایسے کم از کم چار جملے بنائیے، جو "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن" کے وزن کے مطابق ہوں اور ان کا کوئی قافیہ بھی ہو۔

وضاحت:

ردیف کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

گیارھواں سبق

(نظم کا طریقہ)

محترم دوستو! اس بار آپ سے ”دو باتیں“ کرنے کو جی چاہ رہا ہے، مگر پہلے یہ وضاحت کر دیں کہ یہ ”دو باتیں“ محترم اشتیاق صاحب کی نہیں ہیں، بلکہ ہماری اور آپ کی ہیں، ان دو میں سے ایک خوشی کی بات ہے اور دوسری اہم بات ہے۔

خوشی کی بات سے پہلے ہم آپ کو اہم بات بتاتے ہیں:

① اہم بات:

سب سے پہلے سبق میں بتایا گیا تھا کہ جس طرح حروف سے مل کر لفظ بنتا ہے اور لفظوں سے مل کر جملہ اور جملوں سے مل کر مضمون، کہانی یا کوئی اور نثر پارہ بنتا ہے، اسی طرح کوئی منظوم کاوش بنتی ہے شعروں سے مل کر اور شعر بنتا ہے مصرعوں اور قافیے سے مل کر اور مصرع بنتا ہے ارکان سے مل کر اور قافیہ بنتا ہے دماغ سے۔

ماشاء اللہ شاعری سیکھنے کے لیے گزشتہ دس اسباق سے آپ ہمارے ساتھ شامل ہیں اور قافیہ، مصرع، شعر اور نظم سے متعلق اہم اہم باتیں ہم سیکھتے رہے اور ساتھ ساتھ ان کی مشق بھی کرتے رہے۔ الحمدللہ قافیے کی تو بہت سی مثالیں آپ نے بنالیں، بہت مبارک ہو مگر یہ

بھی واضح رہے کہ قافیے کا علم شاعری کی دنیا میں مشکل ترین سمجھا جاتا ہے، اس لیے اہلِ ذوق کے لیے قافیے کو تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔

رہی بات یہ کہ دو مصرعوں سے ایک شعر بنتا ہے اور کئی اشعار سے ایک نظم وجود میں آتی ہے تو اس حوالے سے ایک بات آپ کو یہ بتائی گئی تھی کہ ہر شعر میں جہاں قافیے کی رعایت کرنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ شعر کسی متعین وزن کے مطابق ہے یا نہیں، پھر وزن کے لحاظ سے یہ بات عرض کی گئی تھی کہ ہر شعر کا جو وزن ہوتا ہے اسے اس کی ''بحر'' کہا جاتا ہے۔

یعنی ہر شعر کسی نہ کسی بحر میں ہوتا ہے، اردو زبان میں کئی ساری بحریں ہیں، ان میں سے دو بحریں آپ سمجھ کر ان کی اچھی خاصی مشق بھی کر چکے ہیں۔

البتہ ان کے نام آپ کو اب معلوم ہوں گے:

❶ بحرِ متقارب:

اس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعولن ہے۔

❷ بحرِ متدارک:

اس کا وزن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن ہے۔

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ان دونوں بحروں کے ناموں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اب تک آپ کی محنت ایک خاص ربط کے ساتھ رہی ہے۔

②خوشی کی بات:

خوشی کی بات یہ ہے کہ اب ہم آپ کو نظم کہنے کا آسان طریقہ بتائیں گے۔

ذرا دھیان سے پڑھیے گا۔

ایک عدد نظم تیار کرنے کے لیے پانچ اشیا درکار ہیں:

❶ایک کاغذ

(اخبار کا نہیں، کیوں کہ اس پر بہت کچھ پہلے ہی لکھا ہوتا ہے۔)

❷ایک قلم

(جو چلتا بھی ہو۔) یا ایک پنسل (جس کی نوک بھی ہو۔)

❸ آپ کے دماغ پر کسی کام کا بوجھ نہ ہو۔

(مگر دماغ بالکل خالی بھی نہ ہو۔)

❹اچھا موسم

(لیکن برسات نہ ہو کہ آپ کاغذ قلم چھوڑ کر بارش میں نہانے چلے جائیں۔)

❺ آپ نے اس سلسلے کے گزشتہ دس اسباق کی اچھی طرح مشق کر لی ہو۔

(اگر نہیں کی تو نظم بعد میں کہیے گا، پہلے گزشتہ اسباق کی اچھی طرح مشق کر لیجیے۔)

نظم کہنے کا طریقۂ کار:

یہ پانچ چیزیں اگر آپ پاس دستیاب مہیا ہیں تو آیئے اب نظم کہنے کے طریقۂ کار پر بات کرتے ہیں:

☆...... پہلے کوئی موضوع متعین کیجیے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی حمد یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا والدین کی عظمت یا اساتذہ کی مہربانیاں یا اور کوئی موضوع۔

☆...... پھر بحر کا انتخاب کیجیے، یوں تو بحریں کئی ساری ہیں، مگر اب تک آپ دو بحریں سیکھ چکے ہیں، انھی میں سے کسی ایک کا چناؤ کر لیجیے۔

☆...... پھر اپنی منتخب بحر کے مطابق ایک جملہ بنایئے اور اس کے آخری الفاظ میں غور کرتے ہوئے قافیے کا انتخاب کیجیے۔

☆...... پھر اس منتخب قافیے کے مطابق دس بیس الفاظ اپنے کاغذ پر درج کر لیجیے۔

☆...... پھر ہمت کر کے نظم کہتے چلے جایئے۔

کام

❶ کسی بھی بڑے شاعر کی کوئی نظم لکھ کر اس کے مشکل الفاظ کے معانی لغت میں سے دیکھ کر لکھیے۔

❷ کسی بھی موضوع پر اچھی سی نظم بحر متقارب یا بحر متدارک میں لکھیے۔

❸ درج ذیل الفاظ کو کسی اردو لغت (مثلاً نور اللغات) سے دیکھ کر ان کا ہجائے کوتاہ اور ہجائے بلند کے لحاظ سے وزن متعین کیجیے:

☆ وزن ☆ شعر ☆ قمر ☆ فجر ☆ ظہر ☆ تجربہ ☆ مہربان ☆
☆ قَسم ☆ قرض ☆ صبح ☆ تنبیہ ☆ زیادہ ☆ بڑھانا ☆ تمھارا ☆
☆ پیارے ☆ مسئلہ ☆ ترقی ☆ تنزل ☆ کیونکہ ☆ چنانچہ ☆

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

بارھواں سبق

(میری کہانی، حصۂ اول)

محترم دوستو! اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ نے شاعری اور اس کے اوزان کہاں سے سیکھے؟ تو آپ جواب دے سکتے ہیں کہ کتاب "آؤ، شاعری سیکھیں" کے اسباق کا مطالعہ کرکے اور ان میں دیے گئے کام کرکے یا پھر کسی اور کتاب کے ذریعے۔

مگر ہمارا معاملہ ذرا مختلف ہے......

ایک صاحب ہم سے پوچھنے لگے کہ کیا آپ نے باقاعدہ کہیں سے یہ فن سیکھا ہے؟ تو ہم نے انھیں جواب دیا کہ باقاعدہ تو کہیں سے نہیں سیکھا، مگر باقاعدہ کئی لوگوں کو سکھا چکے ہیں۔ اب آپ ہم سے یہ پوچھیں گے کہ جب خود باقاعدہ سیکھا نہیں ہے تو پھر دوسروں کو کس طرح سکھا رہے ہیں؟

تو جناب عالی مقام! آج ہم آپ کو یہ راز بتا ہی دیں کہ ہم نے یہ فن نہ کسی کتاب سے سیکھا ہے اور نہ ہی کسی استاد سے، البتہ اچھی خاصی شد بد ہونے کے بعد ہمیں شاعری سے متعلق کتابیں پڑھنے کا موقع ملا اور ماہر اساتذہ کی رہنمائی بھی الحمدللہ! بعد میں میسر آ گئی۔

ہماری عمر تیرہ برس کی ہوگی جب ہمیں قطعاً اس بات کا علم نہیں تھا کہ شعر کیا ہوتا ہے اور شاعری کس چڑیا کا نام ہے؟ مدرسے میں فارسی کے ابتدائی قواعد کی کتابیں پڑھنے کے بعد

ہماری "پنج کتاب" شروع ہوئی، اس ایک کتاب میں پانچ کتابیں ہیں، جن میں سے پہلی کتاب کا نام "کریما" ہے، یہ شیخ سعدی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی نصیحت آموز اشعار اور نظموں پر مشتمل سولہ صفحات کا کتابچہ ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

کریما! بہ بخشائے بر حالِ ما
که هستم اسیرِ کمندِ ہوا
نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہ دار مارا ز راہِ خطا
خطا در گزار و صوابم نما

اس کا وزن تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے، یعنی "فعولن فعولن فعولن فعو"

ہم آپ کو لگے ہاتھوں یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس طرح کی نظم جس کے ہر شعر میں الگ الگ قافیہ استعمال کیا جائے اسے "مثنوی" کہتے ہیں۔ مثنوی کے لیے عام طور پر یہی وزن استعمال کیا جاتا ہے۔

خیر......! ہم نے "کریما" کا پہلا شعر پڑھا، سمجھا اور اس کا ترجمہ یاد کرلیا۔ استاد صاحب نے بتایا کہ اس کو شعر کہتے ہیں کہ جس میں دو جملے برابر سرابر ہوں اور دونوں کے آخر میں ایک ایک لفظ ہم قافیہ ہو، جیسے کہ درج بالا پہلے شعر میں "ما" اور "ہوا" ہے، ان دونوں کے

آخر میں "الف" ہے۔

پھر ایک روز ایک طالب علم ساتھی نے کہا:

"یہ شیخ سعدی بھی کیا چیز تھے! اتنے اچھے انداز میں نظمیں کہہ ڈالیں۔ واقعی یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔"

ساتھی کی یہ بات سن کر ہم نے دل میں سوچا کہ وہ بھی ہماری طرح انسان تھے، لہٰذا یہ کام تو ہم بھی کر سکتے ہیں، چناں چہ یہ سوچ کر ہم کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے۔ حال یہ تھا کہ شاعری کی الف بے سے بھی واقف نہیں تھے اور ہماری ناواقفیت کا مزید اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ہماری معلومات یہیں تک تھیں کہ شاعری کا تعلق صرف فارسی زبان سے ہے...... چناں چہ ہم نے بھی فارسی زبان میں ایک نعت لکھنی شروع کر دی...... ایک گھنٹے میں ایک شعر لکھا جس میں فارسی کے جملہ قواعد کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ شاعری کے قواعد کے ساتھ بھی کافی نارواسلوک کیا گیا تھا۔

غرض پورے دو دن تک ہم اسی دھن میں رہے کہ چار پانچ اشعار کی ایک نعت لکھیں۔ نہ کھانے پینے کا ہوش، نہ نیند کا خیال۔ بڑی مشکل سے ہم نے ایک عدد نعت لکھ ڈالی۔ پھر ہم نے اسے ایک دوسرے کاغذ پر صاف ستھرا کر کے لکھا اور گئے اپنے ایک استاد صاحب کو دکھانے، استاد صاحب اگرچہ فارسی نہیں پڑھاتے تھے، مگر انھوں نے فارسی پڑھی ہوئی تھی اور شعر و شاعری کا بھی کافی شغف ان میں پایا جاتا تھا۔

”یہ کیا ہے بھئی......!“ انھوں نے بڑی حیرت سے ہمارے نعت والے پرچے کو دیکھ کر استفسار کیا۔

”جی......وہ......میں نے ایک نعت لکھی ہے!“ ہم نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

”کہاں سے دیکھ کر؟“ انھوں نے نظریں نعت پر جمائے ہم سے پوچھا۔

”جی...... کہیں سے نہیں......خود لکھی ہے اپنے ذہن سے۔“ ہم نے حوصلہ کر کے جواب دیا۔

”اپنے ذہن سے......!!“ شاید انھیں یقین نہیں آیا تھا، اسی لیے زیرِ لب کچھ کہنے لگے، مگر ہمیں کچھ سنائی نہ دیا۔

اور پھر وہ ہوا جس کی ہمیں توقع نہ تھی...... ان کی پیشانی پر پڑنے والے بلوں سے ناگواری جھلکنے لگی......پھر وہ کہنے لگے:

”اول تو لکھا ایسا ہے کہ سمجھ میں بڑی مشکل سے آرہا ہے...... پھر فارسی کی بہت سی غلطیاں ہیں ......پھر قافیہ بھی درست نہیں باندھا گیا...... بیٹا! شاعری کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ شعر میں وزن کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے جس سے بہت کم لوگ واقف ہوتے ہیں، خود میری معلومات بھی اس بارے میں بہت محدود ہیں۔“

یہ باتیں سننے کے بعد ہم سے صرف ایک سوال ہی بن پڑا: ”جی وہ آپ جو اشعار سناتے رہتے ہیں کلاس میں؟“

"ارے برخوردار! وہ تو میں نے مشہور شعرائے کرام کے کچھ اشعار یاد کر لیے ہیں، بس وہی سناتا ہوں، خود شعر کہنا تو مجھے بھی نہیں آتا۔" پھر ہماری پیٹھ تھپک کر مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: "جاؤ، بیٹا! اپنی پڑھائی پر توجہ دو...... دیکھو تمھارا خط بھی کتنا خراب ہے...... پھر فارسی کے قواعد بھی معلوم ہوتا ہے تمھیں صحیح سے یاد نہیں ہیں...... استاد صاحب جو فارسی کے جملوں کا کام دیتے ہیں وہ دھیان سے کیا کرو۔"

ہم نے نعت کا پرچہ لپیٹ کر جیب میں ڈالا اور وہاں سے لوٹ آئے، مگر وہ کہتے ہیں نا کہ شکر خورے کو اللہ شکر دے ہی دیتا ہے...... ہمیں بھی ہماری مطلوبہ شکر ایک دن اچانک مل گئی، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے شعر و شاعری سیکھنے کے اسباب پیدا فرما دیے، وہ کیا اسباب ہوئے؟ یہ ہم آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے سبق میں بتائیں گے۔

مذکورہ بالا قصے سے کچھ اور نہیں تو آپ کو اتنا تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ "مثنوی" کسے کہتے ہیں، اس کے مقابلے میں "قطعہ" آتا ہے، "قطعہ" ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر شعر کے دوسرے مصرع کا قافیہ پوری نظم میں ایک جیسا ہو...... جیسے:

عزیزو ، رفیقو ، مرے دوستو! مری بس یہی آپ سے عرض ہے
خدا اور نبی سے محبت کریں یہ ہر اک مسلمان پر فرض ہے
حقوق العباد آپ پورے کریں یہ بھی زندگی کا بڑا قرض ہے

اس میں غور کیجیے ہر شعر کا دوسرا مصرع مقفّٰی ہے اور "عرض، فرض اور قرض" قوافی ہیں۔

کام

❶ "فعولن فعولن فعولن فعو" کے وزن پر مثنوی کے انداز میں اللہ کی حمد لکھیے جس میں کم از کم سات اشعار ہوں۔

❷ کسی بھی وزن میں قطعے کے انداز میں ایک نعت لکھیے، جس میں کم از کم سات اشعار ہوں۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

تیرھواں سبق

(میری کہانی، حصۂ دوم)

محترم دوستو! گزشتہ سبق میں ہم آپ کو اپنا شاعری سیکھنے کا قصہ سنا رہے تھے، شروع میں جب ہم نے فارسی میں نعت لکھی تو ہمیں حوصلہ شکنی کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے ہم نے شاعری سیکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمارے مدرسے میں ایک نئی کتاب شروع کر دی گئی جو اس سے پہلے نصاب میں شامل نہیں تھی، اس کا نام تھا: ”اردو کی پہلی کتاب“، اس میں چھوٹے بچوں کو آسان انداز میں اردو سکھائی گئی ہے۔ ہم نے بھی ایک دن اس کا مطالعہ کیا، چوں کہ ہم فارسی کے طالب علم تھے، اس لیے وہ کتاب ہمیں بہت آسان لگی اور پھر جب اس کے آخری صفحات کا مطالعہ کیا تو ہماری حیرت اور خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، کیوں کہ اس کتاب کے آخری چند صفحات میں اردو زبان میں آسان آسان نظمیں تھیں، ہمارے منہ سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا:

”ارے......شاعری تو اردو میں بھی کی جا سکتی ہے......!!“

آج پھر کاغذ، قلم تھا اور ہم ......ایک اور نظم شروع ہو گئی......مگر اس بار دو تبدیلیاں رونما ہوئیں......ایک تو نظم ہم نے اردو میں لکھنی شروع کر دی...... دوسرے چوں کہ ہم نے اردو

زبان میں حمد یعنی اللہ کی تعریف پر مشتمل نظم دیکھی تھی، اس لیے خود بھی حمد ہی لکھنے بیٹھے۔

بالآخر ایک پورا دن لگا کر ہم ایک عدد حمد کہنے میں کام یاب ہو ہی گئے، جس کے ابتدائی اشعار کچھ یوں تھے:

یا اللہ! ، یا رحمان!
یا حنان! ، یا منان!
تو ہے ہم پر مہربان
تیری شان عالی شان
تو نے بنائے چاند سورج
تو نے بنائے زمین اور آسمان

پھر وہ حمد ہم اپنے استاد محترم کو دکھانے گئے اور بڑے فخر کے ساتھ ان کے سامنے وہ نظم پیش کی، مگر اس بار بھی توقع کے بالکل برخلاف استاد صاحب نظم پڑھتے ہی فرمانے لگے:

"بیٹا! میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا کہ ان چیزوں میں ابھی نہ پڑیں، اپنی پڑھائی پر توجہ دیں، مگر پتا نہیں کیوں آپ کو ان چیزوں کا شوق ہوتا جا رہا ہے...... بیٹا! ابھی یہ آپ کے لیے بہت نقصان دہ ہے......" آگے بھی انھوں نے شاید بہت کچھ نصیحتیں کیں، مگر ہم کہیں اور کھو چکے تھے۔

گھر آ کر ہم نے اپنی وہ نظم کمپیوٹر میں ٹائپ کی اور اس کا ایک پرنٹ نکال کر گھر میں

اپنے کمرے کے دروازے پر چسپاں کر دیا۔

اس دروازے سے ہماری حوصلہ افزائی کا باب کھلتا چلا گیا۔ ابتدا کچھ یوں ہوئی کہ پہلے تو سب گھر والوں نے تعریف کی، پھر اگلے دن ایک مہمان عمر رسیدہ خاتون آئیں، انھوں نے بھی خوب سراہا، انھیں وہ نظم اتنی پسند آئی کہ نظم کا صفحہ دروازے سے اتار کر اپنے ساتھ لے کر چلتی بنیں، رات کو ہم گھر آئے تو یہ تکلیف دہ، مگر حوصلہ افزا خبر سن کر ہکا بکا رہ گئے، یہ ہماری شاعری کی گویا پہلی اشاعت تھی۔

ہم نے سوچا کہ اب تو شاعری کرنا ہمارے لیے اتنا مشکل نہیں رہا، لہٰذا وہی نظم ہم نے الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ دوبارہ لکھ ڈالی، خاندان کے بیش تر افراد نے ہماری وہ نظم پسند کی، ہم بہت خوش ہوئے، پھر ہم نے چوہے اور بلی سے متعلق ایک طویل نظم لکھی، اسے بھی خوب پذیرائی ملی، ہمارا حوصلہ بڑھا تو ہم یکے بعد دیگرے کئی نظمیں مختلف موضوعات پر لکھتے چلے گئے، جس میں امی اور ابو کے مقام کے علاوہ اساتذہ کے احسانات پر بھی کئی اشعار لکھے، نظمیں مقبول ہوتی گئیں اور ہمارا شاعری کا شعلہ شہرت کی ہواؤں سے تیز ہوتا چلا گیا۔

مگر تا حال ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ شاعری میں وزن کا کیا مقام ہے، ہم تو بس اتنا جانتے تھے کہ قافیے کی رعایت کرتے ہوئے اندازے سے برابر برابر جملے لکھنے سے شعر وجود میں آجاتا ہے۔

پھر ایک دن ہمارے ایک خالہ زاد بھائی (جو آج مولانا ابوعکاشہ محمد عمار صاحب کے

نام سے پہچانے جاتے ہیں) نے ہم سے ایک عدد نظم لکھنے کی فرمائش کی۔

"کس موضوع پر لکھنی ہے؟" ہم نے کمالِ سنجیدگی سے پوچھا۔

"اپنے مدرسے کی تعریف میں۔" انھوں نے قدرے مرعوب لہجے میں بتایا۔

"واہ......! یہ تو میں ضرور لکھوں گا، کس لے میں پڑھنی ہے؟" ہمارے اس سوال سے وہ اور مرعوب ہو گئے اور پھر وہ ایک نظم ایک مشہور لے میں پڑھ کر ہمیں سنانے لگے، ان کی آواز ماشاءاللہ بہت سریلی تھی، اس نظم کے دو اشعار فی الحال ہماری یادداشت میں محفوظ ہیں:

سنو دوستو! اب ہماری کہانی
کہانی ہے کیا، اک نشانی پرانی
کہیں سیڑھیاں تھیں، کہیں پُل بنے تھے
تو اس وقت مطبخ بھی بالکل بنے تھے

غرض کسی اور مدرسے سے متعلق کہی گئی وہ نظم انھوں نے ہمیں اپنی سریلی آواز میں ایک مخصوص لے کے ساتھ سنائی، وزن کا تو ہمیں کچھ پتا نہیں تھا، البتہ اس لے کو ہم نے حتی الامکان اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا اور نظم لکھنے کی ہامی بھر لی۔

وہ دن ہماری شاعری کا ترقی یافتہ دن تھا، کیوں کہ ہم ایک عدد فرمائشی نظم لکھ رہے تھے، سارا دن اس مخصوص طرز اور لے سے مذکورہ بالا نظم کو ہم گنگناتے رہے اور اسی کے مطابق اپنے مدرسے سے متعلق نظم کہنے کی کوشش کرتے رہے، ہماری اس کوشش کا بے وزن نتیجہ کچھ

اس طرح نکلا:

یہ چمن کیا ہی خوب چمن ہے
یہ ہمارا اک علمی وطن ہے

ہمارے استاد مالی ہیں
ہم علم کے سوالی ہیں

نہیں مدرسہ کوئی اس جیسا
پیارا کتنا ، اچھا کیسا

دل ہمارا اس سے وابستہ
روح ہماری اس سے پیوستہ

کچھ اسی طرح کی بے وزن نظم مکمل کر کے ہم بڑے فخر سے عمار صاحب کے پاس گئے اور کاغذ پر لکھی اپنی اس نئی کاوش کو ان کی خدمت میں پیش کیا۔

"بنا بھی لی؟!" انھوں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"جی۔" ہم نے ایک انجانی سی خوشی کے احساس کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے، پھر میں اس کو پڑھنے کی مشق کرتا ہوں۔"

"اگر کہیں مشکل ہو تو مجھ سے پوچھ لینا۔" ہم نے کہا اور چل دیے۔

اسی دن اگلی ملاقات میں وہ ہم سے کہنے لگے:

"بھائی! اس نظم کو میں اس مخصوص طرز اور لے میں نہیں پڑھ پا رہا۔"

"کیا بات کرتے ہو؟" ہمارے منہ سے نکلا۔ پھر انھوں نے ہماری نظم ہمارے سامنے بھی پڑھنے کی کافی کوشش کی، مگر نہ پڑھ سکے، ہماری پیشانی پر شکنیں آ گئیں، ہم سارا دن چیں بجبیں رہے کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ جب ہم اس نظم کو دل ہی دل میں پڑھتے ہیں تو ہمیں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی، پھر انھیں کیوں ہو رہی ہے؟

گھر آ کر بھی ہم اسی پریشانی میں تھے کہ ہماری نظر اردو کی کسی کتاب پر پڑی، ہم بے دھیانی میں اس کی ورق گردانی کرنے لگے، ایک صفحے پر ہمیں ایک نظم نظر آئی، ہم بڑے غور سے اسے دیکھنے لگے، پھر کسی خیال کے تحت ہم نے وہ نظم ایک کاغذ پر لکھ لی اور اگلے دن عمار صاحب کو دکھا کر کہا:

"یہ نظم پڑھو، کیا یہ اسی طرز اور لے میں ہے؟"

انھوں نے جب وہ نظم پڑھی تو خوش ہو کر کہنے لگے:

"بھئی! یہ تو آرام سے اسی طرز پر پڑھی جا رہی ہے۔"

اب ہمارا ماتھا ٹھنکا اور دماغ کے کسی گوشے میں ایک خیال چپکے سے کوندا کہ یہاں کوئی ایسا راز ہے جس کی تہ تک ابھی ہماری رسائی نہیں ہو پائی ہے۔

ہماری کئی راتیں اور کئی دن یہ سوچنے میں گزر گئے کہ آخر وہ کون سا راز ہے جس سے ناواقفیت کی بنا پر ہم مطلوبہ طرز کی نظم نہیں کہہ پا رہے۔

آخرکار مسلسل سوچنے کی بدولت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک رات ہمارے ذہن کے بند دریچے میں وزن کی روشنی درآمد ہوئی اور آہستہ آہستہ ہم غور کرتے اور سمجھتے گئے کہ یہ سارا متحرک اور ساکن کو ایک ترتیب سے رکھنے کا کھیل ہے، یعنی ایک حرف متحرک اور اس کے بعد ایک حرف ساکن مل کر مکمل آواز بنتی ہے، جسے ہم اب "ہجائے بلند" یا "۲" کا نام دیتے ہیں اور اس کے علاوہ جتنے بھی حروف ہیں وہ ادھوری آوازیں ہیں، جنھیں اب ہم "ہجائے کوتاہ" یا "۱" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہ بھی دھیرے دھیرے سمجھ میں آتا گیا کہ کچھ حروف جیسے دو چشمی ہاء (ھ) اور نون غنہ (ں) کو شمار نہیں کیا جاتا، اسی طرح بعض حروف (ا، و، ہ، ی، ے) کو کبھی کبھار شمار نہیں بھی کرتے، یوں ہمیں بغیر کسی استاد اور کتاب کے راستہ ملتا چلا گیا۔

پھر منزل سے ہمکنار ہونے تک ہمیں ماہر اساتذہ اور مفید کتب تک بھی رسائی مل گئی، یہ سب اللہ کے فضل و کرم سے ہوا، بے شک وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے۔

الغرض! یہ آپ بیتی سنانے کا مقصد یہ ہے کہ شاعری کے میدان کے نئے شہ سواروں کو گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں، ابتدا میں سب کے ساتھ اسی طرح ہوا کرتا ہے۔

کام

❶ یہ بتائیے کہ مولانا عمار صاحب نے جو نظم ہمیں دکھائی تھی، وہ کس وزن پر تھی؟ اور ہم نے جو نظم لکھی اسے وہ مشہور طرز میں کیوں نہیں پڑھ سکے۔

❷ اگر آپ کے شاعری سیکھنے کا محرِّک یہی کتاب ہے تو اس ای میل ایڈریس پر ہمیں ضرور مطلع کیجیے، تاکہ ہمیں اس کتاب کی افادیت کا اندازہ ہو سکے:

usamasarsari786@gmail.com

اور اگر اس سے پہلے بھی آپ نے شاعری کی ہے تو اس کا محرِّک کیا بنا؟ اپنی آپ بیتی دل چسپ انداز میں تحریر کیجیے، کیونکہ ایک شاعر کے لیے نظم سے پہلے نثر سیکھنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

❸ اپنے مدرسے، اسکول، ادارے یا شہر کی تعریف میں سات اشعار پر مشتمل ایک چھوٹی سی نظم بحر متدارک یا بحر متقارب میں لکھیے، یعنی اس کا وزن ”فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن“ ہو یا پھر ”فعولن فعولن فعولن فعولن“ ہو۔

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

چودھواں سبق

(افاعیل اور مفاعیل)

محترم دوستو! الحمدللہ! اس سلسلے کا چودھواں سبق چودھویں کے چاند کی طرح پوری آب وتاب کے ساتھ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

آج ہم آپ کو ایک قصہ سنانا چاہتے ہیں، جو ہم نے زمانۂ طالبعلمی میں اپنے استادِ محترم سے سنا تھا۔

آپ یہ پڑھ کر یقینا حیران ہو رہے ہوں گے کہ شاعری کے اوزان سکھاتے سکھاتے یہ قصہ گوئی کہاں سے بیچ میں آ گئی؟ آپ کی حیرت اپنی جگہ، مگر قصہ تو ہم آپ کو سنا کر ہی رہیں گے۔

قصہ یہ ہے کہ کچھ کوہ پیما لوگ ایک پہاڑ پر پہنچے، انھوں نے وہاں عجیب منظر دیکھا کہ ایک شخص اس پہاڑ پر چڑھ رہا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیا صرف کوہ پیما لوگ ہی پہاڑ پر چڑھ سکتے ہیں؟

بھئی! پہلے پورا قصہ تو پڑھ لیجیے...... تو ہم کہہ رہے تھے، بلکہ لکھ رہے تھے کہ وہ کوہ پیما لوگ اس شخص کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے، کیوں کہ وہ پہاڑ پر نہ صرف یہ کہ خود بآسانی چڑھ

رہا تھا، بلکہ اپنی کمر کے اوپر ایک پورے بھینسے کو بھی اٹھائے ہوئے تھا۔

ان کوہ پیما لوگوں نے اگلے دن پھر اس شخص کو دیکھا کہ وہ بڑی آسانی سے پہاڑ پر چڑھ رہا ہے اور اس کی کمر پر وہی ہٹا کٹا بھینسا ہے، انھوں نے اس شخص کے پاس جا کر اپنی اس حیرت کا اظہار کیا تو اس نے ہنس کر کہا:

"اس بھینسے کو اٹھا کر پہاڑ پر چڑھنے کا میرا معمول اس وقت سے ہے جب یہ پیدا ہوا تھا اور بہت ہلکا تھا، پھر دھیرے دھیرے اس کا وزن بڑھتا رہا، مگر ہر روز اسے لے کر پہاڑ پر چڑھنے کی وجہ سے مجھے بالکل محسوس نہیں ہوا کہ یہ آہستہ آہستہ وزنی ہوتا جا رہا ہے۔

قصہ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو شاعری کے یہ اسباق سمجھ میں نہیں آ رہے ہیں تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ نے گزشتہ اسباق کا یا تو مطالعہ نہیں کیا ہوگا یا مطالعہ تو کیا ہوگا، مگر جس انداز سے ہر ہر سبق میں مشق کا کام کرنے کے لیے کہا گیا تھا اس کے مطابق آپ نے مشق میں حصہ نہیں لیا ہوگا۔

اس لیے ہماری آپ سے یہ ہم دردانہ التماس ہے کہ پہلی ہی دفعہ میں پورے بھینسے کے برابر اس چودھویں سبق کو سمجھنے کی کوشش کرنے میں اپنا قیمتی وقت اور توانائی ضائع کرنے کے بجائے پہلے گزشتہ تیرہ اسباق کا مطالعہ فرمائیے اور ان میں دیے گئے کام کیجیے۔ ان تمام اسباق کی مشق کرنے سے آپ اس چودھویں سبق کو سمجھنے اور اس میں دی گئی مشق کے مطابق

کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس پوری گزارش کی وجہ یہ ہے کہ فنِ شاعری خاصا پیچیدہ فن ہے، اس میں بہت سی باریکیاں ہیں، ایک نیا شخص فوری طور پر اس کی باریکیاں سمجھنا چاہے تو یہ اس کے لیے شاید ممکن نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے پہلے سبق میں بطورِ مشق بہت آسان کام دیا تھا، پھر ہر اگلے سبق میں دھیرے دھیرے ہم مشکل سے مشکل تر کام دیتے چلے گئے۔

اس لیے جو دوست اس کتاب کو شروع سے پڑھنے کے بجائے سیدھا اس چودھویں سبق کو کھول کر پڑھنے لگے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس سبق میں دیے ہوئے کام کو سمجھیں اور کریں تو وہ کام یاب نہیں ہو سکتے، اس کے نتیجے میں یقیناً ان کے دل میں یہی بات آئے گی کہ یہ کتاب تو بہت مشکل ہے، انھیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ پہلی ہی دفعہ میں چودھویں سبق کی مشق کی کوشش کرنا چودھویں کا چاند دیکھنے کی طرح آسان نہیں، بلکہ یہ ایسا ہی مشکل ہے جیسے پہلی دفعہ میں پورے بھینسے کو اٹھا کر پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کرنا۔

پابندی سے جو بھینس کا کٹرا اٹھائے روز
اک روز دیکھ لینا وہ بھینسا اٹھائے گا

اسباقِ سیزدہ کا جو کر لے مطالعہ
یہ چودھواں سبق بھی وہی سیکھ پائے گا

خیر جناب......! ترغیبی باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی، اب آتے ہیں کام کی طرف۔

گزشتہ اسباق میں بتایا جاچکا ہے کہ شعر بنتا ہے مصرعوں سے، مصرع بنتا ہے ارکان سے اور ارکان کی دو قسمیں ہیں:

❶ خُماسی (پانچ حرفی) ❷ سُباعی (سات حرفی)

① خماسی، یعنی پانچ حرفی ارکان کے دو وزن آپ حضرات اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اور ان کی مشق بھی کر چکے ہیں۔

ان میں سے ایک ہے **فَاعِلُن** اور دوسرا ہے **فَعُوْلُن**۔

② سُباعی، یعنی سات حرفی ارکان چھ ہیں:

❶ **مَفَاعِیْلُن**

❷ **فَاعِلَاتُن**

❸ **مُسْتَفْعِلُن**

❹ **مُتَفَاعِلُن**

❺ **مُفَاعِلَتُن**

❻ **مَفْعُوْلَات**

سب سے پہلے ہم **مَفَاعِیْلُن** (یعنی: ۲۲۲۱) کو سمجھتے اور اس کی مشق کرتے ہیں۔

مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱) کی مثالیں:

مناسب ہے...... بہت بہتر...... تمنا ہے...... خدا سے ڈر...... دعائیں کر...... دوا لے لے...... کہا مانو...... مکمل کر...... کتابیں پڑھ...... جوانی تھی...... بڑھاپا ہے...... وہ بچپن تھا...... سفر میں ہیں۔

مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱۔۲۲۲۱) کی مثالیں:

خدا کا ذکر کرتے ہیں...... درودِ پاک پڑھتے ہیں...... قیامت آئے گی جس دن مسلماں پائیں گے جنت...... جہنم جائیں گے مجرم...... جوانی میں عبادت کر...... خدا خالق ہے ہم سب کا...... عطائیں رب کی ہیں بے حد...... خدا کا شکر کرتا رہ۔

اس رکن کی مشق کرنے کے لیے آپ بار بار اپنی زبان سے یہ الفاظ دہرایئے:

"حکیمانہ، کریمانہ، شریفانہ، حریفانہ"

اسی طرح لفظ "بہت بہتر" کو چلتے پھرتے دہراتے رہیں، اس سے آپ کو دو فائدے ہوں گے:

❶ مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱) کے وزن کی مشق ہو جائے گی۔

❷ سننے والا آپ کی خوش مزاجی کا معترف ہو جائے گا۔

کام

❶ مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱) کے وزن کے مطابق بیس مثالیں لکھیے۔

❷ مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱،۲۲۲۱) کے وزن کے مطابق دس فقرے تحریر کیجیے۔

❸ مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱) کے وزن کے مطابق پانچ مثالیں ایسی پیش کیجیے جن کا آخری حرف "ر" ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زبر ہو، جیسے:

☆ عبادت کر

☆ ہواؤں پر

☆ یہ بحر و بر

☆ خدا سے ڈر

☆ بہت بہتر

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

پندرھواں سبق

(بحر ہزج)

محترم دوستو! آپ اس سلسلے کے ذریعے "شعر و شاعری" سیکھ رہے ہیں، مگر ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ شعر اور شاعری دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

شعر تو ان دو مصرعوں کا نام ہے جن میں وزن اور قافیے کی رعایت کی گئی ہو۔ بالکل ابتدائی اسباق میں قافیے سے متعلق ابتدائی معلومات اور ان کی مشق کروائی جا چکی ہے اور وزن یہ ہے کہ شعر کے دونوں مصرعوں میں سے ہر ایک میں ہجائے بلند (۲) اور ہجائے کوتاہ (۱) برابر اور بالترتیب ہوں۔

البتہ شاعری شعر سے بھی آگے کی چیز کا نام ہے، مگر اس سے پہلے ہم گزشتہ سبق میں بتائی جانے والی بات مکمل کر لیتے ہیں۔

یہ بتایا جا رہا تھا کہ پانچ حرفی ارکان صرف دو ہیں:

❶ فاعلن ❷ فعولن

چھ حرفی کوئی رکن نہیں ہوتا۔

اور سات حرفی ارکان چھ ہیں جن میں سے ایک **مَفَاعِیْلُن** ہے۔

ہم نے "**مَفَاعِیْلُن**" اور "**مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن**" کی کئی مثالیں پیش کی تھیں۔

اب مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن (۲۲۲۱۔۲۲۲۱۔۲۲۲۱) کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

❶ ہمیں مکے میں جانے کی تمنا ہے۔

❷ مدینے کی زیارت کی بھی چاہت ہے۔

❸ خدایا ہم کو دے توفیق عمرے کی۔

❹ مفاعیلن کی مشقیں خوب آساں ہیں۔

اسی طرح مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن کہ ہجائی نظم کے مطابق جس کے یہ نمبر بنتے ہیں: ۲۲۲۱۔ ۲۲۲۱ ۔۲۲۲۱۔ ۲۲۲۱، کی مثالیں کچھ یوں بنیں گی:

❶ یہ شعر وشاعری کا سلسلہ ہے کس قدر عمدہ۔

❷ ہمیں اس نے سکھایا عمدہ شعر وشاعری کرنا۔

❸ یہ بحریں خوب آسانی سے آتی ہیں سمجھ میں سب۔

❹ ذرا سی مشق کرنے سے روانی آ گئی بے حد۔

وہ بحر جس میں صرف مَفَاعِیْلُن کے ارکان ہوں "بحر ہزج" کہلاتی ہے، یہ بحر شعرا کے نزدیک پسندیدہ شمار ہوتی ہے اور تقریبا ہر شاعر نے اس بحر میں نظمیں اور غزلیں لکھی ہیں۔

چند مشہور شعرا کے اس وزن کے مطابق اشعار ملاحظہ فرمایئے:

❶ مرزا اسد اللہ خان غالب:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان ، لیکن پھر بھی کم نکلے

❷ احمد فراز:

دلوں میں فرق آئیں گے ، تعلق ٹوٹ جائیں گے
جو دیکھا ، جو سنا اس سے مکر جاؤں تو بہتر ہے

❸ علامہ اقبال:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے ، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

❹ بہادر شاہ ظفر:

ظفر کو منزلِ مقصود پر تقدیر لے پہنچی
کدھر بھٹکی ہوئی سی عقل بے تدبیر پھرتی ہے

❺ قتیل شفائی:

قتیل! آئینہ بن جاؤ زمانے میں محبت کا
اگر تم چاہتے ہو شاعری الہام تک پہنچے

❻جوش ملیح آبادی:

مری اچھائیوں کا ذکر کرنے سے ذرا پہلے
مجھے کچھ پیار کے لہجے میں تھوڑا سا برا کہنا

❼عبدالحفیظ جالندھری:

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کرجاؤں
اگر کچھ ہوسکے تو خدمتِ اسلام کرجاؤں

محترم قارئین! آپ بھی ان شعرا کی طرح اس وزن کے مطابق شعر کہہ سکتے ہیں، بس ذرا سی مشق کی ضرورت ہے، آدھی مشق الحمدللہ آپ گزشتہ سبق میں کر چکے ہوں گے، ان شاءاللہ مزید مشق اس سبق میں دیا گیا کام کرنے سے ہوجائے گی۔

شروع میں ہم نے بتایا تھا کہ شعر اور شاعری ایک نہیں، بلکہ الگ الگ چیزیں ہیں، شعر تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کلام ہوتا ہے جس میں وزن اور قافیے کی رعایت کی گئی ہو، وزن معلوم کرنے کو علمِ عَروض بھی کہتے ہیں، بعض لوگ اسے سیکھے بغیر بھی موزوں طبع ہوتے ہیں، مگر ان کے لیے بھی عروض کے ضروری قواعد سیکھنا از حد ضروری ہے اور جو لوگ موزوں طبع نہیں ہوتے ان کے لیے تو ظاہر سی بات ہے کہ اسے سکھے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔

البتہ شاعری اس سے بھی ذرا آگے کی چیز ہے۔

فرض کریں کہ آپ نے وزن اور قافیہ سازی میں مہارت حاصل کرلی، بلکہ فرض کرنے

کی ضرورت نہیں، آپ تو ماشاء اللہ وزن اور قافیے سے اچھی خاصی واقفیت رکھنے لگے ہیں، مگر اس کا فائدہ محض اتنا ہے کہ آپ کسی بھی بات کو ایسے الفاظ کی شکل دینے پر قادر ہو چکے ہیں جو شعر اور عروض کے قواعد کے مطابق ہیں۔

شعر کے اندر اپنے دل کے خیالات پیش کرنے کے لیے ہم دو چیزوں کا سہارا لے سکتے ہیں: ① محاکات ② تخییل

ان دونوں کی عمدگی کو شاعری کا نام دیا جاتا ہے، ان کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ اگلے سبق میں تحریر کی جائے گی۔

کام

❶ مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن کے وزن کے مطابق کم از کم پانچ مثالیں لکھیے۔

❷ مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن کے وزن کے مطابق پانچ مثالیں لکھیے۔

❸ کسی بھی ایک شاعر یا مختلف شعرا کے دس ایسے اشعار تلاش کر کے لکھیے جو بحرِ ہزج میں ہوں، یعنی ان کا وزن ہو:

”مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن مَفَاعِیْلُن“

صفحہ برائے حل

صفحہ برائے تصحیح

سولھواں سبق

(تخییل ومحاکات)

محترم دوستو! آپ کو ایک خوش خبری سنانی ہے......

ارے آپ تو پہلے ہی خوش ہو گئے......دراصل "خوش خبری" کا لفظ ہی ایسی تاثیر رکھتا ہے کہ اگر آپ کسی سے کہیں کہ آپ اسے خوش خبری سنانے والے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے چہرے کا رنگ خوش خبری سننے سے پہلے ہی خوشی کی تصویر بن گیا ہوگا۔

مگر بہت معذرت کے ساتھ پہلے ہم سولھواں سبق پڑھ لیں، پھر اس کے بعد آپ کو وہ خوش خبری سنائیں گے، بلکہ پڑھائیں گے۔

گزشتہ سبق میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ شعر الگ ہے اور شاعری الگ۔

جس کلام میں وزن اور قافیے وغیرہ کی رعایت کی جائے اسے شعر کہا جاتا ہے، گزشتہ پندرہ اسباق میں ہم نے قافیہ اور وزن ہی سیکھا ہے۔

اب آتے ہیں شاعری کی طرف۔

آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی بھی کلام کے لیے "وزن" اور "قافیہ" ایک برتن کی سی حیثیت رکھتے ہیں، اس برتن کو حاصل کرنا بھی معمولی بات نہیں، اس کا اندازہ آپ گزشتہ اسباق سے لگا ہی چکے ہیں، مگر اس سب کے باوجود ابھی آپ کو محض ایک برتن حاصل

ہوا ہے، اس برتن میں شاعر اپنے قارئین کے لیے کیا پیش کرتا ہے، یہ شاعر پر منحصر ہے۔

جو نئے نئے شاعر ہوتے ہیں چوں کہ ان کے لیے کلام کو وزن اور قافیے کے مطابق پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اس لیے وہ اس کوشش میں اتنے محو ہوتے ہیں کہ اپنا کلام موزوں اور مقفّٰی تو کر دیتے ہیں، مگر وزن اور قافیے کے سحر میں جکڑے ہونے کی وجہ سے زبان وبیان اور محاورات کی بہت سی غلطیوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنے خیال کو بھی مکمل طور پر یا صحیح طور پر پیش نہیں کر پاتے، یہی وجہ ہوتی ہے کہ ان کا کلام سننے اور پڑھنے والوں کو خیال آفرینی کی لذت بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے کلام کو ہم موزوں تو کہہ سکتے ہیں جو بظاہر شعر بھی ہوتا ہے، مگر اسے شاعری کہنا ٹھیک نہیں ہوگا۔

شاعری کے اصلی اجزا دو ہیں: ❶ محاکات ❷ تخییل

محاکات:

کسی چیز یا کسی حالت کو اس انداز سے بیان کرنا کہ سننے یا پڑھنے والے کے دماغ میں اس چیز یا حالت کی عمدہ سے عمدہ تصویر آ جائے۔

تصویر ساز اور شاعر دونوں قلم سے تصویر بناتے ہیں، مگر تصویر ساز بہت سے احوال کی تصویر پیش کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اچھا موسم دکھانا ہو تو تصویر ساز اپنی تصویر میں پھول، درخت وغیرہ اس انداز میں خوش نما بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ دیکھنے

والے کو تصویر میں اچھا موسم محسوس ہو، مگر شاعر کا کام اس سے بھی آگے کا ہے، ناصر کاظمی کا یہ شعر غور سے پڑھیے:

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصر!
اداسی بال کھولے سو رہی ہے

دیکھیے، یہ شعر پڑھ کر دماغ میں یہ تصویر سامنے آئی کہ ناصر صاحب بہت اداس ہیں اور اتنے اداس ہیں کہ ان کی اداسی کا اثر ان کے گھر کے درو دیوار پر بھی پڑ چکا ہے اور ان کے گھر کی دیواریں حد درجے اداس ہیں۔

کیا کوئی تصویر ساز کاغذ پر ایسی تصویر بنا سکتا ہے کہ دیواریں رو رہی ہوں، اداس ہوں، غمگین ہوں، اگر تصویر ساز ایک دیوار بنا کر اس پر دو آنکھیں بنا دے جن سے آنسو نکل رہے ہوں تو شاعر کی اداسی کا نقشہ محسوس ہونے کے بجائے وہ ایک مضحکہ خیز تصویر کہلائے گی۔

تخییل:

یہ لفظ خیال سے مشتق ہے۔ "تخیل" اور "تخییل" میں لازم اور متعدی کا فرق ہے، یعنی تخیل کے معنی ہیں خیال آنا اور تخییل کا مطلب ہے خیال لانا۔

شاعری کی اصطلاح میں تخییل اس قوت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے نظر نہ آنے والی اشیا یا وہ اشیا جو حواس کی کمی کی وجہ سے محسوس نہیں کی جاتیں، انھیں خود محسوس کیا جائے یا دوسروں کو کروایا جائے۔

غالب کے اس شعر میں غور کیجیے:

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

یعنی دیکھنے والے نے تو شاعر کے چہرے پر رونق دیکھی، اس کے دل میں جو غم تھے، وہ دیکھنے والا اپنے حواس کی کمی کے باعث محسوس نہ کرسکا، اب شاعر اسے محسوس کروانے کے لیے بتارہا ہے کہ دل اب بھی بیمار ہے، چہرے پر جو بظاہر رونق آگئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی نظرِ التفات حاصل ہو رہی ہے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ "محاکات" بھی "تخییل" کا ایک حصہ ہے، خیال آفرینی کے بغیر کوئی نقشہ کھینچنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے بھلا!

محاکات اور تخییل بہت تفصیل طلب موضوع ہیں، ہم نے کسی قدر دونوں کا خلاصہ پیش کردیا ہے۔

اب آتے ہیں خوش خبری کی طرف......

دیکھا، آپ کا چہرہ پھر خوشی کی تصویر بن گیا۔

خوش خبری یہ ہے کہ اب آپ بڑے ہوگئے ہیں، یعنی شاعری کے حوالے سے، اب ہم نے سوچا ہے کہ آپ کو باقاعدہ کام نہ دیا جائے، بلکہ اب آپ اس سلسلے کے تمام اسباق کی باتوں کو سامنے رکھ کر مکمل نظمیں اور غزلیں لکھیے اور ماہرین سے اصلاح لیتے رہیے۔

صفحہ برائے نظم

صفحہ برائے تصحیح

سترھواں سبق

(پچیس مشہور بحریں)

محترم دوستو! آپ نے اس سلسلے میں اب تک یہ تو سمجھ ہی لیا ہوگا کہ بحر کسے کہتے ہیں، جی ہاں، اشعار کے مختلف اوزان کو بحور کہا جاتا ہے۔

بحور اور اوزان ہر زبان میں الگ الگ ہوتے ہیں۔

اردو زبان استعمال ہونے والی بحور کی تعداد سو سے بھی متجاوز ہے، ان میں سے رباعی اور مثنوی کے علاوہ نظم کی تمام قسموں میں سارے ہی اوزان استعمال کیے جا سکتے ہیں، مگر رباعی کے لیے چوبیس اور مثنوی کے لیے تقریبا آٹھ اوزان مخصوص ہیں۔

تمام بحور کو ایک سبق میں بتانا تو مشکل ہے، البتہ مشہور مشہور پچیس بحروں کو ایک نقشے کی صورت میں یہاں (یعنی صفحہ ۱۳۸ پر) پیش کیا جا رہا ہے۔

نقشے کے اندر بحروں کے ناموں میں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سب سے چھوٹا نام بھی کم از کم تین الفاظ پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلا لفظ یعنی "متقارب، متدارک" وغیرہ بحر کا نام ہے، پھر دوسرا لفظ یعنی "مثمن، مسدس" وغیرہ ارکان کی تعداد کو بتانے کے لیے ہے اور پھر تیسرا لفظ اور اس کے بعد کے تمام الفاظ یہ واضح کرنے کے لیے ہیں کہ ارکان سب سالم ہیں یا ان میں خرب، خبن، کف وغیرہ کوئی زحاف لگا ہے۔

نقشے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحروں کے ناموں میں آنے والے الفاظ کی تشریح کردی جائے۔

بحروں کے نام والے الفاظ کا مطلب:

ہر بحر کے نام کے آگے اس کے سالم ارکان لکھے جا رہے ہیں:

بحرِ متقارب: فعولن فعولن فعولن فعولن

بحرِ متدارک: فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

بحرِ ہزج: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

بحرِ رجز: مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

بحرِ رمل: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بحرِ کامل: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

بحرِ مضارع: مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن

بحرِ مجتث: مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن

بحرِ منسرح: مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ

بحرِ مدید: فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

بحرِ جمیل: مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

تعدادِ ارکان بتانے والے الفاظ کا مطلب:

مثمن:

وہ بحر جس کے دو مصرعوں کے ارکان کی کل تعداد آٹھ ہو۔

مسدس:

وہ بحر جس کے دو مصرعوں کے ارکان کی کل تعداد چھ ہو۔

مربع:

وہ بحر جس کے دو مصرعوں کے ارکان کی کل تعداد چار ہو۔

ارکان کی حالت بتانے والے الفاظ کا مطلب:

بحور کے ارکان میں کسی بھی کمی بیشی اور تبدیلی کو ”زحاف“ کہتے ہیں۔

سالم:

وہ رکن جس میں کوئی زحاف نہ لگا ہو۔

مُزاحف:

وہ رکن جس میں کوئی زحاف لگا ہو۔

نیز جس بحر میں کوئی مزاحف رکن ہو اسے بھی مزاحف کہتے ہیں۔

محذوف:

وہ آخری رکن جس کا آخری سبب خفیف گرا دیا ہو، جیسے فعولن سے فعَل، مفاعیلن سے فعولن، فاعلاتن سے فاعلن۔

اثرم:

وہ فعولن جس کی ف اور ن گرا کر اسے فعْل بنا دیا گیا ہو۔

مقبوض:

مفاعیلن سے مفاعلن یا فعولن سے فعول بنایا گیا رکن۔

اشتر:

وہ مفاعیلن جس کی م اور ی گرا کر اسے فاعلن بنا دیا گیا ہے۔

اخرب:

وہ مفاعیلن جس کی م اور ن گرا کر اسے مفعول بنا دیا گیا ہو۔

مکفوف:

مفاعیلن سے مفاعیل اور فاعلاتن سے فاعلات بنایا ہوا رکن۔

مطوی:

مستفعلن سے مفتعِلن اور مفعولات سے فاعلات بنایا ہوا رکن۔

مخبون:

فاعلن سے فعِلن، فاعلاتن سے فعِلاتن، مستفعلن سے مفاعلن اور مفعولات سے مفاعیل بنایا ہوا رکن۔

مشکول:

وہ فاعلاتن جس کا الف اور ن گرا کر اسے فعِلات بنا دیا گیا ہو۔

مسکّن:

وہ رکن جس میں تین مسلسل متحرکوں میں سے بیچ والے کو ساکن کر دیا گیا ہو، جیسے فعِلاتن سے مفعولن، فعِلات سے مفعول، فعِلن سے فعْلن۔

مکسوف:

وہ مفعولات جس کی ت گرا کر اسے مفعولن بنا دیا گیا ہو۔

پچیس مشہور بحریں

نمبر	بحر کا نام	ارکان	مثالی فقرہ
①	متقارب مثمن سالم	فعولن فعولن فعولن فعولن	بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے
②	متقارب مثمن محذوف	فعولن فعولن فعولن فعَل	بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا
③	متقارب مثمن اثرم مقبوض	فعْل فعول فعول فعولن	خوب کمال کمال بھلا ہے
④	متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف	فعْل فعول فعول فعَل	خوب کمال کمال بھلا
⑤	متدارک مثمن سالم	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	خوب ہے خوب ہے خوب ہے خوب ہے
⑥	متدارک مثمن مخبون	فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن	ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا (ہے کھینچے بغیر)
⑦	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	بہت بہتر بہت بہتر بہت بہتر بہت بہتر
⑧	ہزج مسدس سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	بہت بہتر بہت بہتر بہت بہتر
⑨	ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	بہت بہتر بہت بہتر بھلا ہے
⑩	ہزج مثمن مقبوض	مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن	کمال ہے کمال ہے کمال ہے کمال ہے
⑪	ہزج مثمن اشتر	فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن	خوب ہے بہت بہتر خوب ہے بہت بہتر
⑫	ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف	مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن	کیا خوب بہت خوب بہت خوب بھلا ہے
⑬	ہزج مثمن اخرب سالم	مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن	کیا خوب بہت بہتر کیا خوب بہت بہتر
⑭	رجز مثمن سالم	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن	کیا خوب ہے کیا خوب ہے کیا خوب ہے کیا خوب ہے
⑮	رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن	خوب بھلا کمال ہے خوب بھلا کمال ہے
⑯	بحر رمل مثمن محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	خوب عمدہ خوب عمدہ خوب عمدہ خوب ہے
⑰	بحر رمل مسدس محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	خوب عمدہ خوب عمدہ خوب ہے
⑱	رمل مثمن مخبون محذوف	فاعلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعِلن / فعْلن فعِلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعِلن / فعْلن	خوب پیارا دل وجاں سے دل وجاں سے پیارا دل وجاں سے دل وجاں سے دل وجاں سے پیارا
⑲	رمل مثمن مشکول	فعِلاتُ فاعلاتن فعِلاتُ فاعلاتن	دل وجان ہیں نچھاور دل وجان ہیں نچھاور
⑳	کامل مثمن سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	دل وجان سے وہ عزیز ہے دل وجان سے وہ عزیز ہے
㉑	مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف	مفعول فاعلاتُ مفاعیل فاعلن	کیا خوب بہترین مضارع کی بحر ہے
㉒	مجتث مثمن مخبون محذوف	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن / فعْلن	عزیز ہے دل وجاں سے عزیز ہے بے حد
㉓	منسرح مثمن مطوی مکسوف	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	خوب بھلا خوب ہے خوب بھلا خوب ہے
㉔	مدید مثمن سالم	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	بہتریں ہے خوب ہے بہتریں ہے خوب ہے
㉕	جمیل مثمن سالم	مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن	بہت مناسب بہت مناسب بہت مناسب بہت مناسب

دو وضاحتیں:

① جس بحر میں تین متحرک ایک ساتھ آ رہے ہوں ان میں سے بیچ والے متحرک کو ساکن کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر جو نظم فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن میں کہی جائے اس کے کسی بھی مصرع کو فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن بھی باندھ سکتے ہیں، اسی طرح فعِلات فاعلاتن کو مفعول فاعلاتن بھی کر سکتے ہیں، اس عمل کو "تسکین اوسط" کہتے ہیں۔

② تمام اوزان کے آخری رکن کے آگے ایک حرف ساکن کے اضافے کی عام اجازت ہے، مثلاً اگر کسی وزن کا آخری رکن مفاعیلن ہے تو اسے مفاعیلان، مستفعلن کو مستفعلان، فعولن کو فعولان، مفعولن کو مفعولان ، فاعلن کو فاعلان، فعِلُن کو فعِلان، فعْلن کو فعْلان، فعَل کو فعول، فع کو فاع وغیرہ کرنے کی عام اجازت ہے، بعض ارکان میں اس عمل کو "تسبیغ" اور بعض میں "اذالہ" کہتے ہیں۔

صفحہ برائے نظم

صفحہ برائے تصحیح

اٹھارھواں سبق

(رباعی اور مثنوی)

محترم دوستو! اس سبق میں ہم ان شاء اللہ رباعی اور مثنوی کو تفصیل سے سمجھیں گے۔

شعراء میں یہ رواج رہا ہے کہ وہ چار مصرعوں پر مشتمل دو اشعار مخصوص وزن میں پیش کیا کرتے ہیں، جسے رباعی کہا جاتا ہے۔

رباعی کی کل چار شرائط ہیں:

❶ چار مصرعے ہوں، نہ کم نہ زیادہ۔

❷ پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہو۔ تیسرے مصرع میں اختیار ہے۔

❸ مضمون مکمل ومربوط ہو اور آخری مصرع پر پوری رباعی معنوی لحاظ سے موقوف ہو۔

❹ ہر مصرع کا وزن مخصوص چوبیس اوزان میں سے کسی کے مطابق ہو۔

رباعی کے چوبیس اوزان کی تفصیل:

رباعی کے چوبیس اوزان مشہور ہیں، جنھیں ہم ایک رباعی میں شامل کرسکتے ہیں، ایک رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے چوبیس میں سے کوئی سے بھی چار اوزان کو ہم ایک رباعی میں شامل کر سکتے ہیں، مگر ان چوبیس اوزان کو یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے،

علم عروض کے ماہر محترم مزمل شیخ بسمل صاحب نے ان چوبیس اوزان کو بہت آسان کر کے سمجھایا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ رباعی کے اصل دو وزن ہیں:

پہلا وزن: **مفعولُ مفاعلن مفاعیلُ فعَل**

دوسرا وزن: **مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعَل**

ان دونوں کے آخر میں اگر ایک ایک ساکن بڑھا دیا جائے جیسا کہ گزشتہ سبق میں بتایا گیا تھا کہ ہر بحر میں ایسا کرنا درست ہے تو اس طرح ہمیں چار اوزان حاصل ہو جائیں گے۔

پھر پہلے مصرع میں دو جگہ اور دوسرے مصرع میں تین جگہ "تسکین اوسط" والا قاعدہ جاری ہوگا۔ "تسکین اوسط" کی تفصیل بھی گزشتہ سبق میں گزر چکی ہے۔

اب ہم ان چوبیس اوزان کو ایک نقشے میں پیش کرتے ہیں، ہر وزن کے بارے میں پانچ وضاحتیں کی گئی ہیں:

① مذکورہ بالا دو اوزان میں سے کونسا وزن ہے۔

② تسکین کی گئی ہے یا نہیں اور اگر کی گئی ہے تو کن ارکان کے بیچ کی گئی ہے۔

③ آخری رکن فعَل ہے یا فعول۔

④ وزن کی ظاہری صورت۔

⑤ روایتی عروض کے مطابق وزن کے ارکان۔

رباعی کے چوبیس اوزان

شمار	وزن	تسکین	آخری رکن	ظاہری صورت	روایتی ارکان
1	پہلا وزن	بغیر تسکین	فعل	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل
2	پہلا وزن	صرف پہلی جگہ	فعل	مفعولم فاعلن مفاعیل فعل	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
3	پہلا وزن	صرف دوسری جگہ	فعل	مفعول مفاعلن مفاعیلف عل	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
4	پہلا وزن	دونوں جگہ	فعل	مفعولم فاعلن مفاعیلف عل	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
5	پہلا وزن	بغیر تسکین	فعول	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول
6	پہلا وزن	صرف پہلی جگہ	فعول	مفعولم فاعلن مفاعیل فعول	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول
7	پہلا وزن	صرف دوسری جگہ	فعول	مفعول مفاعلن مفاعیلف عول	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
8	پہلا وزن	دونوں جگہ	فعول	مفعولم فاعلن مفاعیلف عول	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
9	دوسرا وزن	بغیر تسکین	فعل	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل
10	دوسرا وزن	صرف پہلی جگہ	فعل	مفعولم فاعیل مفاعیل فعل	مفعولن مفعول مفاعیل فعَل
11	دوسرا وزن	صرف دوسری جگہ	فعل	مفعول مفاعیلم فاعیل فعل	مفعول مفاعیلن مفعول فعَل
12	دوسرا وزن	صرف تیسری جگہ	فعل	مفعول مفاعیل مفاعیلف عل	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
13	دوسرا وزن	تینوں جگہ تسکین	فعل	مفعولم فاعیلم فاعیلف عل	مفعولن مفعولن مفعولن فع
14	دوسرا وزن	پہلی اور دوسری جگہ	فعل	مفعولم فاعیلم فاعیل فعل	مفعولن مفعولن مفعول فعَل
15	دوسرا وزن	پہلی اور تیسری جگہ	فعل	مفعولم فاعیل مفاعیلف عل	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
16	دوسرا وزن	دوسری اور تیسری جگہ	فعل	مفعول مفاعیلم فاعیلف عل	مفعول مفاعیلن مفعولن فع
17	دوسرا وزن	بغیر تسکین	فعول	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
18	دوسرا وزن	صرف پہلی جگہ	فعول	مفعولم فاعیل مفاعیل فعول	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
19	دوسرا وزن	صرف دوسری جگہ	فعول	مفعول مفاعیلم فاعیل فعول	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
20	دوسرا وزن	صرف تیسری جگہ	فعول	مفعول مفاعیل مفاعیلف عول	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
21	دوسرا وزن	تینوں جگہ	فعول	مفعولم فاعیلم فاعیلف عول	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
22	دوسرا وزن	پہلی اور دوسری جگہ	فعول	مفعولم فاعیلم فاعیل فعول	مفعولن مفعولن مفعول فعول
23	دوسرا وزن	پہلی اور تیسری جگہ	فعول	مفعولم فاعیل مفاعیلف عول	مفعولن مفعولُ مفاعیلن فاع
24	دوسرا وزن	دوسری اور تیسری جگہ	فعول	مفعول مفاعیلم فاعیلف عول	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع

رباعی کا وزن آسان انداز میں

محققین حضرات نے رباعی کی اصل بحر، علم عروض کے مطابق اس کے ارکان اور رباعی کی چوبیس بحروں پر اپنے اپنے انداز میں کافی حد تک روشنی ڈالی ہے، کسی نے چوبیس بحروں کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے، کسی نے اپنے تئیں معاملے کو آسان کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ایک بات یہ محسوس کی گئی کہ جنھیں وزن سمجھ میں آ جاتا ہے انھیں بھی رباعی لکھتے وقت یا کسی رباعی کی تقطیع کرتے وقت رباعی کے چوبیس اوزان یا تسکین اوسط والے قاعدے کے مطابق رباعی کے دو وزن اور تسکین اوسط کے احتمالات کو یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ ذیل میں دی گئی تفصیل کا مقصد صرف یہ ہے کہ رباعی کا وزن یاد رکھنا آسان ہو جائے۔

رباعی کا وزن سمجھنے کے لیے "سببِ خفیف" اور "سببِ ثقیل" سمجھنا ضروری ہے، جو اگر چہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں، مگر یاد دہانی کے لیے انھیں پھر لکھا جا رہا ہے۔

سبب خفیف: ایک متحرک اور اس کے بعد ایک ساکن ہو تو ان دونوں کو سببِ خفیف کا نام دیا جاتا ہے، جیسے: دل، لب، رخ۔

سببِ ثقیل: اگر دو متحرک ایک ساتھ ہوں تو انھیں سبب ثقیل کہا جاتا ہے، جیسے: "دلِ غمگین" میں "دلِ"، "لبِ تشنہ" میں "لبِ" اور "رخِ زیبا" میں "رخِ" سبب ثقیل ہے۔

رباعی کے وزن میں کل دس سبب خفیف ہوتے ہیں:

مفعولن مفعولن مفعولن فع (2-222-222-222)

مثالی فقرہ: "سب کے دل میں الفت ہر ہر آں ہے"

<u>رباعی کے اس وزن میں حسبِ ذیل تین اختیارات ہیں:</u>

❶ تیسرے اور نویں سبب خفیف کی جگہ سبب ثقیل بھی باندھا جا سکتا ہے۔

❷ پانچویں اور چھٹے سببِ خفیف میں درج ذیل تین میں سے کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے:

① خفیف+خفیف (22)

② خفیف+ثقیل (112)

③ فعول (121)

❸ دسویں یعنی آخری سبب خفیف کی جگہ وتد مفروق (فاع) بھی برتا جا سکتا ہے۔

اوپر جو جملہ مثال میں دیا تھا، وہ اب دوبارہ ملاحظہ فرمائیے:

"سب کے (دل) میں (الفت) ہر ہر (آں) (ہے)"

قوسین میں آنے والے الفاظ کو مذکورہ بالا اختیارات کے مطابق تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے، جس سے کئی احتمال وجود میں آتے ہیں۔

"سب کے (دل/ دلوں) میں (الفت/ حَرَکت/ سوال) ہر ہر (آں/ گھڑی) (ہے/ جان)"

رباعی بر رباعی

ہر تیسرا رکھتے ہیں خفیف اور ثقیل
رکھ سکتے ہیں پنجم و ششم مثلِ "خلیل"
اسبابِ خفیفہ ہیں رباعی میں دس
دسواں سبب اے سَرسَرؔی! فع رکھ یا فیل

مثنوی

مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی مسلسل بات بیان کی جائے، اس میں ہر شعر کا قافیہ جدا ہوتا ہے، لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اگرچہ اس کے لیے کوئی وزن مقرر نہیں، مگر اساتذہ کے ہاں ان آٹھ اوزان میں مثنوی کہی گئی ہے:

شمار	بحور کے نام	ارکان	مثالی فقرہ
①	متقارب مثمن محذوف	فعولن فعولن فعولن فعَل	بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا
②	ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	بہت بہتر بہت بہتر بھلا ہے
③	ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف	مفعولُ مفاعلن فعولن	کیا خوب کمال ہے بھلا ہے
④	خفیف مسدس مخبون محذوف	فاعلاتن مفاعلن فعلن	بہتریں ہے کمال ہے عمدہ
⑤	رمل مسدس محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	خوب عمدہ خوب عمدہ خوب ہے
⑥	رمل مسدس مخبون محذوف	فعلاتن فعلاتن فعلن	دل وجاں سے دل وجاں سے پیارا
⑦	سریع مسدس محذوف	مفتعلن مفتعلن فاعلن	خوب بھلا خوب بھلا خوب ہے
⑧	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	بہت بہتر بہت بہتر بہت بہتر بہت بہتر

(بچوں کے لیے جنگل کے مناظر پیش کرتی ایک سبق آموز مثنوی بقلم سَرسَرّی)

پیارا جنگل

سنو پیارے بچو! ذرا غور سے
کہ آتا ہے سن کر مزا غور سے

ہرا اور سرسبز جنگل تھا ایک
جہاں جانور تھے سبھی خوب نیک

تھے سب جانور ، کوئی انساں نہ تھا
کسی سے بھی کوئی پریشاں نہ تھا

ببر شیر ان سب کا سردار تھا
وزیر اس کا چیتا تھا ، عیار تھا

بہت ہی شریف ان کی تھی لومڑی
کہ چھوڑی تھی اس نے دھاچوکڑی

ہرن بھی سبھی کو تھا بےحد پسند
بہت کم ہی بھرتا تھا اب وہ زقند

جو خرگوش تھا اس سے بھی خوش تھے سب
کہ کچھوے سے آگے نہ بڑھتا تھا اب

اچھل کود کرتا تھا بندر مگر
کسی کو نہ دیتا تھا اب وہ ضرر

کبوتر کی پیاری غٹرغوں بھی تھی
تو چڑیا کی میٹھی سی چوں چوں بھی تھی

اذاں مرغ دیتا تھا صبح و مسا
تھی کویل کی کوکو میں شامل دعا

نہ دیتا تھا طوطا بھی فرفر جواب
نہ لگتی تھی مینڈک کی ٹرٹر خراب

وہاں خوب صورت تھا جو زیبرا
کسی کا نہ وہ چاہتا تھا برا

تھا گھر اس کا جنگل ہی کے درمیاں
بدن پر تھیں اس کے حسیں دھاریاں

مگر ایک عادت تھی اس میں بری
وہ ہر بات کرتا سنی ان سنی

ہوا یوں کہ اک شب وہ سونے لگا
تو گرمی کی شدت سے رونے لگا

بالآخر ہوا پھر جو سونا محال
اتاری حسیں دھاریوں والی کھال

کہا اس سے امی نے بیٹا! نہیں
نہ ہوجائے یہ کھال چوری کہیں

نہ مانی مگر زیبرے نے یہ بات
اتارے رکھی کھال ساری ہی رات

اٹھا جب وہ سوکر تو دیکھا یہ حال
دکھائی نہیں دے رہی تھی وہ کھال

ادھر سے ادھر اب وہ ہونے لگا
نہ پاکر وہ کھال اپنی رونے لگا

بِنا کھال کے ایسا لگنے لگا
ہو گم سم کھڑا جیسے کوئی گدھا

چلا زیبرا کھال کرنے تلاش
لگا سوچنے کون ہے بدمعاش

نظر آئی پھر لومڑی کی جھلک
اسی پر لگا زیبرا کرنے شک

گیا اس کے پاس اور اس سے کہا
کہاں ہے مری کھال مجھ کو بتا

کہا لومڑی نے کہ توبہ کرو
کسی بے گنہ کو نہ الزام دو

ارے کھال کا میں کروں گی بھی کیا
مرے پاس تو سب ہے رب کا دیا

یہ بندر کہ جو مثلِ انسان ہے
یہ غربت کے مارے پریشان ہے

گیا زیبرا بھائی بندر کے پاس
کہا جاکے اس سے ترا ستیاناس

مری کھال تو نے چرائی ہے کیوں
مرا تو نے چھینا ہے سارا سکوں
تو چھوڑے گا جب تک یہ چوری نہیں
یہ غربت تری ختم ہوگی نہیں
یہ سن کر وہ بندر یہ کہنے لگا
اور اک آنکھ سے اشک بہنے لگا
میں غربت کا مارا ہوں بھائی! مگر
نہیں ہے مجھے بھوک کا کچھ بھی ڈر
نہ ادرک کی لالچ مجھے آج ہے
مجھے بندروں کی بڑی لاج ہے
ذرا اونٹ کی لے تو جاکر خبر
بھرا اس کا کینے سے ہوتا ہے سر
گیا زیبرا اونٹ کے پاس پھر
خیالات بے حد تھے اب منتشر
کہا اونٹ نے سن کے سب ماجرا
ادھر کان لا ، غور سے سن ذرا
بظاہر گدھے کی شرارت ہے یہ
کہ تجھ جیسا بننے کی چاہت ہے یہ
تری کھال پہنے گا جوں ہی گدھا
لگے گا وہ تیری طرح زیبرا

سمجھ سارا قصہ گیا زیبرا
گدھے سے ملاقات کرنے چلا

گدھا بولا ، مجھ کو یہ بھاتا نہیں
اگر چوری کرتا چھپاتا نہیں

ہمارا ہے جنگل میں سلطان شیر
تو جا پاس اس کے ، نہ کر بھائی! دیر

چلا زیبرا دم ہلاتے ہوئے
اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے

نظر آئی پھر شیر کی جب کچھار
وہ رونے لگا خوب زار و قطار

کہا شیر نے او گدھے! کیا ہوا؟
کہا زیبرے نے میں ہوں زیبرا

مگر آج بے حد ہی بدحال ہوں
گدھا لگ رہا ہوں کہ "بے کھال" ہوں

کسی نے چرالی مری کھال ہے
مرا اس کے غم میں برا حال ہے

کہانی یہ سنتے ہی دھاڑا وہ شیر
لگے کانپنے سارے بزدل ، دلیر

کیا شیر نے دھاڑ کر یہ سوال
بتاؤ ، چرائی ہے کس نے یہ کھال

رہے دَم وہ سادھے ، بنا کچھ کہے
سبھی دُم ہلاتے ہوئے چپ رہے
کہا شیر نے پھر ”کہاں ہے عقاب؟“
عقاب آکے بولا ”میں حاضر جناب!“
غضب ناک ہوکر کہا شیر نے
جو حاضر نہیں ، جاؤ ، ڈھونڈو اسے
گیا پھر بلندی کی جانب عقاب
ہوا سب کی نظروں سے غائب عقاب
وہ جنگل کے چکر لگانے لگا
درختوں کی شاخوں پہ جانے لگا
بالآخر ہوا ختم اس کا سفر
اسے آگیا ایک چیتا نظر
اتر کر عقاب آیا چیتے کے پاس
کہا اس سے ”چیتے! ارے تیرا ناس!“
ببر شیر نے سب کو بلوایا جب
بتا تو وہاں کیوں نہیں آیا تب
مسلتے ہوئے جسم ذرّات سے
کہا ”پیٹ میں درد ہے رات سے“
جواب اس کے لفظوں میں پایا نہیں
عقاب اس کی باتوں میں آیا نہیں

وہاں سے وہ شاہین واپس مڑا
کہا شیر سے آکے سب ماجرا
یہ سن کر غضب ناک وہ ہوگیا
اسی وقت یہ حکم نافذ کیا
کہ سب جاؤ ، چیتے کو حاضر کرو
وہی کھال کا چور ہے ، ہو نہ ہو
جو چیتے کو جبراً بلایا گیا
فٹافٹ وہاں اس کو لایا گیا
نظر آیا غیظ و غضب شیر کا
تو چیتے نے معصوم بن کر کہا
مجھے ہیں بہت ساری بیماریاں
بلایا گیا ہے مجھے کیوں یہاں
کچھ اس زور سے دھاڑا اس وقت شیر
کہ بس تھرتھرانے لگے سب کے پیر
لگا پوچھنے وہ یوں چیتے سے حال
کہا "ہم تمھاری اتاریں گے کھال"
نہیں چھپتا بچو! کبھی حالِ جرم
کیا ڈر کے چیتے نے اقبالِ جرم
ببر شیر پنجے اٹھانے لگا
مگر زیبرا ترس کھانے لگا

کہا زیبرے نے کہ اے بادشاہ!
ملا مجھ کو انصاف ہے واہ واہ!

مگر دل کو رکھتا ہوں ہر دم میں صاف
میں کرتا ہوں چیتے کو بالکل معاف

یہ سن کر ہوا سارا جنگل ہی خوش
یوں رہتا تھا وہ پیارا جنگل ہی خوش

نہیں بننا بچو! بروں کی طرح
رکھو صاف دل زیبروں کی طرح

اسامہ! نہیں یہ فقط مثنوی
ہے بلکہ صدائے دلِ سَرسَرَی

برائے رباعی

برائے تصحیح

صفحہ برائے مثنوی

صفحہ برائے تصحیح

انیسواں سبق

(شاعری کی اصطلاحات)

محترم دوستو!

ماشاءاللہ آپ نے شاعری سیکھنے کے لیے اب تک کئی سارے اسباق پڑھ لیے، ان کی تمرین بھی کرلی، قافیے کی بھی خوب مشق کرلی، وزن بھی درست کرتے رہے، کلام کو موزوں بھی کرتے رہے، بحریں بھی پڑھتے اور یاد کرتے رہے، بحروں کے مطابق کچھ نظمیں بھی لکھ چکے۔ ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ۔ بلاشبہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت اورتوفیق سے ہوا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب علم عروض میں استعمال ہونے والی مشہور مشہور اصطلاحات کی آسان اور جامع انداز میں تعریفات الفبائی ترتیب پر پیش کردی جائیں، ان میں سے بعض کو مثالوں سے بھی واضح کیا گیا ہے۔

آزاد نظم:

وہ کلام جس میں ایک رکن یا متعدد ارکان کی پابندی کی جائے،اس کی ہر سطر میں ارکان کی تعداد شاعر کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے، نیز قافیے کی پابندی بھی ضروری نہیں ہوتی، البتہ ایسا کلام جس میں وزن اور رکن ہی ملحوظ نہ رکھا جائے وہ نثر ہے،اسے آزاد نظم کہنا ٹھیک نہیں۔

ابتدا:

شعر کے دوسرے مصرع کا پہلا رکن، اسے مطلع بھی کہتے ہیں۔

اِخفا:

اگر کسی صحیح ساکن حرف کے بعد متحرک الف آجائے تو الف کو گرا کر اس کی حرکت پچھلے حرف کو دینا اخفا کہلاتا ہے۔ جیسے "کارآمد" کو فاعلاتن بھی باندھ سکتے ہیں اور مفعولن بھی۔

اِیطا:

ایک ہی قافیے کو لفظاً و معناً ایک شعر کے دونوں مصرعوں میں لانا، اس کی دو قسمیں ہیں:

ایطائے جلی: واضح طور پر قافیے کو لفظاً و معناً مکرر لانا، جیسے: "دکان دار" کو "دل دار" کا قافیہ کرنا۔ یہ بڑا عیب ہے۔

ایطائے خفی: قافیوں میں وہ تکرار جس کی طرف ذہن فوراً منتقل نہ ہو، جیسے: "آب" کو "گلاب" کا قافیہ کرنا۔ یہ نسبتہً چھوٹا عیب ہے۔

بحر:

شعر کے وزن کو کہتے ہیں۔

تخییل/تخیل:

وہ قوت جس کے ذریعے نظر نہ آنے والی اشیا یا وہ اشیا جو حواس کی کمی کی وجہ سے محسوس نہیں کی جاتیں، انھیں خود محسوس کیا جائے یا دوسروں کو کروایا جائے۔

ترصیع:

دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ یا اکثر الفاظ بالترتیب ہم وزن لانا، جیسے:

نام تیرا ہے زندگی میری کام میرا ہے بندگی تیری

تسکینِ اوسط:

مسلسل تین متحرک حروف میں سے بیچ والے حرف کو ساکن کرنا۔

تقطیع:

شعر کے اجزا کو بحر کے وزن پر جانچنا۔

حرفِ روی:

قافیے کا سب سے آخری اصلی حرف، جیسے شام اور نام کا "م"۔

حرکت:

زبر، زیر اور پیش میں سے ہر ایک کو حرکت کہتے ہیں۔

حسن مطلع:

غزل یا قصیدے کا دوسرا مطلع۔

حشو:

① بحر کا درمیانی رکن ② شعر کے غیر ضروری الفاظ۔

حشوِ اول:

بحر کے چار ارکان میں سے دوسرا رکن۔

حشوِ ثانی:

بحر کے چار ارکان میں سے تیسرا رکن۔

حمد:

وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

دائرہ:

وہ گول خط جس میں تہ بہ تہ اوزان لکھے جائیں۔

دیوان:

کسی شاعر کا وہ مجموعۂ کلام جس میں منظومات کو الفبائی ترتیب سے پیش کیا گیا ہو۔

ذوبحرین:

وہ نظم یا شعر یا مصرع جو دو بحروں میں ہو۔

رباعی:

وہ چار مصرعے جو اوزانِ مخصوصہ پر ہوں، رباعی میں پہلے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے، رباعی کے چوبیس اوزان ہیں، کسی بھی رباعی میں ان چوبیس میں سے کوئی بھی چار اوزان جمع کیے جا سکتے ہیں، جو چار مصرعے ان چوبیس اوزان کے مطابق نہ

ہوں ان کو رباعی نہیں بلکہ قطعہ یا دوبیتی کہنا چاہیے۔

ردیف:

وہ تمام حروف اور الفاظ جو شعر میں حرفِ روی کے بعد بار بار آتے ہیں۔

رکن:

بحر کا ایک حصہ، ارکان آٹھ ہیں: ❶فَعُوْلُنْ ❷فَاعِلُنْ ❸مَفَاعِیْلُن ❹فَاعِلاتُن ❺مُسْتَفْعِلُن ❻مُتَفَاعِلُن ❼مُفَاعِلَتُن ❽مَفْعُوْلات۔

زحاف:

رکن میں ایک یا زیادہ بار واقع ہونے والا کسی بھی قسم کا تغیر۔

زمین:

بحر، قافیہ اور ردیف (اگر ہو) کا مجموعہ۔

ساکن:

وہ حرف جس پر زبر، زیر اور پیش نہ ہو، بلکہ سکون ہو۔

سببِ خفیف:

وہ دو حروف جن میں پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو، اسے "ہجائے بلند" بھی کہتے ہیں۔

سببِ ثقیل:

دو مسلسل متحرک حروف۔

سقم:

شعر میں کوئی ایسی چیز جو قواعدِ شعر و عروض کے خلاف ہو۔

شعر:

وہ کلام جس میں شاعرانہ خیال کو موزوں کر کے پیش کیا جائے۔

صدر:

شعر کے پہلے مصرع کا پہلا رکن۔

ضرب:

شعر کے دوسرے مصرع کا آخری رکن، اسے عجز بھی کہتے ہیں۔

عروض:

شعر کے پہلے مصرع کا آخری رکن۔

علم عروض:

وہ علم جس میں کسی شعر کا وزن معلوم کیا جاتا ہے یا کسی شعر کو وزن میں رکھنے کی رہنمائی لی جاتی ہے۔

غزل:

وہ منظوم کلام جس کے ہر شعر میں ایک مکمل مضمون ہو، غزل میں عشق و محبت کے علاوہ دیگر مضامین بھی آ سکتے ہیں، اس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔

قافیہ:

شعر کے آخر میں آنے والے ہم آواز الفاظ کو قوافی کہا جاتا ہے، تمام قوافی میں حرف روی ایک ہونا ضروری ہے، جیسے لفظ "علمی" کے قوافی ہیں: قلمی، نرمی اور گرمی۔ ان سب میں حرف روی "م" ہے، لہٰذا "قلبی"، "سختی" اور "سردی" جیسے الفاظ "علمی" کے قوافی نہیں بن سکتے، کیوں کہ ان میں حرف روی "م" نہیں ہے۔

قطعہ:

اس کی دو حیثیتیں ہیں:

❶ صنفی: غزل میں جب ایک شعر میں بات مکمل نہ ہو تو شاعر دوسرے شعر میں اپنی بات مکمل کر کے دونوں کو قطعے کی شکل دے دیتا ہے، پھر پہلے شعر سے پہلے "ق" لکھ کر اس کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ قطعہ غزل کے علاوہ ایک مکمل صنف کے طور پر بھی لکھا جاتا ہے۔

❷ ہیئتی: وہ نظم جو مکمل قافیہ بند ہو، یعنی سب اشعار میں ایک جیسے قوافی ہوں، اسے مثنوی کی ضد کے طور پر بھی سمجھا جاتا ہے۔

کلیات:

ایک ہی شخص کی تمام یا بیشتر منظومات یا تصنیفات کا مجموعہ۔

متحرک:

وہ حرف جس پر زبر، زیر یا پیش ہو۔

مثنوی:

وہ نظم جس میں کوئی مسلسل بات بیان کی جائے، اس میں ہر شعر کا قافیہ جدا ہوتا ہے، لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اس کے آٹھ مستعمل اوزان کا نقشہ گزشتہ سبق میں پیش کیا جا چکا ہے۔

محاکات:

کسی چیز یا کسی حالت کو اس انداز سے بیان کرنا کہ سننے یا پڑھنے والے کے دماغ میں اس چیز یا حالت کی عمدہ تصویر آ جائے۔

مصرع:

کسی منظوم کلام کا ایک حصہ یا ایک سطر۔

مطلع:

منظوم کلام کا پہلا شعر جس میں دونوں مصرعے مقفّٰی ہوں۔

معرّا:

آزاد نظم کو "معرّا" یا "نظمِ معرّا" بھی کہتے ہیں۔

اردوئے معرا:

وہ اردو جس میں صرف وہی حروف استعمال کیے جائیں جن میں کوئی نقطہ نہیں ہوتا اور وہ حروف یہ ہیں: ا، ٹ، ح، د، ڈ، ر، ڑ، س، ص، ط، ع، ک، گ، ل، م، ں، و، ہ، ء، ی، ے۔

اردوئے معرا میں بہت سے ادباء نے بہت کچھ لکھا ہے، مثلاً محترم ابو الفضل فیضی صاحب نے عربی میں "سواطع الالہام" نام کی تفسیر لکھی، محترم ولی رازی صاحب نے اردو میں "ہادی عالم" نامی سیرت لکھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت مبارکہ پر مشتمل ہے۔

بندے کا خیال یہ ہے کہ شاعری کے لیے اس صنف کو استعمال کرنا ابلاغ کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے، لیکن اگر کوئی قادر الکلام شخص اردوئے معرا میں کچھ کر دکھائے تو یہ بعید از امکان بھی نہیں ہے۔

مقطع:

منظوم کلام کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا نام یا تخلص بھی بیان کرتا ہے۔

مقفّٰی:

وہ کلام جس میں قافیہ ہو۔

نظم:

① ہر وہ کلام جو نثر نہ ہو۔ ② وہ منظوم کلام جو کسی خاص موضوع پر ہو۔

نعت:

وہ نظم جس میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا جائے۔

وتد:

سہ حرفی وزن۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

①وتد مجموع: وہ تین حروف جن کے پہلے دو حروف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن ہو۔

جیسے: سَفَر، قَلَم، شَجَر۔

②وتد مفروق: وہ تین حروف جن کا پہلا اور تیسرا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔

جیسے: "عالَمی" میں "عَالَ"

③وتد موقوف: وہ تین حروف جن کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا اور تیسرا ساکن ہو۔

جیسے: "قول، عام، سیب"

وزن:

شعر کے دونوں مصرعوں کا حروف، حرکات اور سکنات کی تعداد اور ترتیب میں یکساں ہونا۔

ہجائے بلند:

وہ دو حروف جن میں سے پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔ اسے "سبب خفیف" بھی کہتے ہیں، جیسے "ہجائے بلند" میں "جا"، "ئے" اور "لن"۔

ہجائے کوتاہ:

وہ متحرک جس کے بعد متحرک ہو، جیسے "ہجائے" کی "ہ" یا وہ ساکن جس سے پہلے ساکن ہو جیسے "کوتاہ" کی "ہ"، ایک "سببِ ثقیل" میں دو ہجائے کوتاہ ہوتے ہیں۔

صفحہ برائے نظم

صفحہ برائے تصحیح

بیسواں سبق

(غزل گوئی)

چمن طراز ، سبک تاز ، تازہ تر انداز
غزال گیر! کجا تو ، کجا غزل پرداز

(محمد اسامہ سَرسَری)

غزل وہ منظوم کلام ہے جس کے ہر شعر میں ایک مکمل مضمون ہو، غزل میں عشق و محبت کے علاوہ دیگر مضامین بھی آسکتے ہیں، اس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔

سید ضیاء الدین نعیم کہتے ہیں:

"غزل بہت آسان صنف سخن ہے۔ غزل کہنے کی محض رسم پوری کرنی ہو تو چند قافیے کاغذ پر لکھ لیجیے، مضمون وہ خود سجھا دیں گے، ردیف مضمون کی بندش کا طریقہ سمجھا دے گی...... (اس کے برخلاف) اگر غزل ذمے داری سے کہی جائے، اسے ذاتی تجربے کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے تو اس سے زیادہ صبر آزما کوئی دوسری صنف سخن نہیں۔ رسمی غزل کہنے والوں کے لیے جن سہولتوں کا اوپر ذکر ہوا ایک ذمہ دار غزل گو شاعر کے لیے وہی سہولتیں مشکلات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، کیوں کہ اسے تو اپنی بات اپنے لہجے میں کہنی ہے۔"

غزل سے متعلق بیس اہم باتیں:

❶ اہمیت: غزل اردو شاعری کی سب سے اہم صنف ہے، اردو شعراء کے دواوین میں سب سے زیادہ یہی صنف ملتی ہے۔

❷ تعداد اشعار: غزل میں کم از کم پانچ یا سات اشعار ہونے چاہییں، نیز غزل کے اشعار میں طاق عدد کو پسند کیا جاتا ہے۔

❸ وزن: غزل کے تمام مصرعوں کا عروضی وزن مشترک ہونا چاہیے، البتہ غزل میں تمام عروضی بحروں میں سے کسی بھی ایک بحر کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، غزل کے لیے مانوس بحر منتخب کرنی چاہیے۔

❹ مطلع: غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، مطلع کہلاتا ہے۔

❺ مقطع: غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا نام یا تخلص لاتا ہے، مقطع کہلاتا ہے۔

❻ قوافی: ہر شعر کا دوسرا مصرع قافیہ بند ہونا چاہیے اور قوافی کی باریکیاں عروض سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں، اساتذہ اور بڑے شعراء کے ہاں قواعدِ قافیہ کا مکمل لحاظ نظر آتا ہے، اس لیے ایک غزل گو کے لیے قوافی کی معلومات حاصل کرنا ناگزیر ہے۔

❼ اعلان: مطلع میں شاعر اپنی غزل کی زمین کا گویا اعلان کرتا ہے کہ اب پوری غزل اسی بحر میں ہوگی، اسی قافیے کی پابند ہوگی، اسی ردیف کو نبھایا جائے گا۔

❽ ردیف: غزل میں ردیف کا رکھنا ضروری نہیں، لیکن اگر رکھ لی جائے تو اسے نبھانا از حد ضروری ہوتا ہے۔

❾ مضمون: غزل کے ہر شعر میں ایک مکمل مضمون بیان کرنا چاہیے، اب تک عام طور پر عشق ومحبت پر غزلیں لکھی جاتی رہیں، مگر اب دیگر موضوعات کو شعرائے کرام اپنی غزل کی زینت بنانے لگے ہیں۔

❿ دولخت: غزل کے ہر شعر کے ایک مصرع کا مفہوم دوسرے مصرع پر موقوف ہوتا ہے، اگر ایک ہی شعر میں پہلے مصرع میں ایک مکمل بات کر کے دوسرے مصرع میں کوئی اور تخیل مکمل طور پر پیش کیا تو یہ عیب ہے، اسے دولخت کہتے ہیں۔

⓫ غزلِ مسلسل: پوری غزل میں ایک ہی موضوع بھی رکھا جا سکتا ہے، اسے غزلِ مسلسل کہتے ہیں، مگر اس میں بھی غزل کے ہر شعر کا مضمون کے لحاظ سے مکمل ہونا ضروری ہے۔

⓬ قطعہ: غزل میں ہر شعر میں ایک مضمون باندھا جاتا ہے۔ اگر ایک مضمون ایک شعر میں پورا بیان نہ ہو سکے تو اُسے دوسرے شعر میں بھی لے جا سکتے ہیں، پھر بھی مضمون تشنہ ہو تو تیسرے شعر میں اسے مکمل کیا جا سکتا ہے۔ اساتذہ کے ہاں غزلوں کے اندر قطعہ بند اشعار پائے جاتے ہیں، اس طرح کے مواقع میں اساتذہ قطعے سے پہلے ق لکھ دیتے ہیں، تا کہ قاری پر یہ واضح ہو جائے کہ آئندہ آنے والے شعر میں مضمون پورا نہیں ہوگا، بلکہ اس سے اگلا شعر اس مضمون کی تکمیل کرے گا۔ پھر بعد میں قطعے کو بذاتِ خود شعر و نظم کی ایک صنف قرار دے دیا

گیا، قطعے کی دو قسمیں گزشتہ سبق میں تفصیل سے عرض کی جا چکی ہیں۔

۱۳ **خیالاتی فضا:** غزل میں الگ الگ خیالات لانے کے باوجود غزل کی مجموعی فضا ایک ہونی چاہیے، یہ نہیں کہ ایک شعر میں محبوب سے جدائی پر غم سے نڈھال ہونے کا ذکر ہو تو دوسرے شعر میں محبوب سے ملاقات پر خوشی سے سرشاری کی کیفیت کو بیان کیا جا رہا ہو۔

۱۴ **لسانیاتی فضا:** پوری غزل کی لسانیاتی فضا بھی ایک رکھنی چاہیے، مثلاً ٹھیٹھ ہندی لفظوں اور خالص ترکیبِ فارسی کو ایک غزل میں یکجا نہیں کرنا چاہیے، اس سے غزل چوں چوں کا مربا بن جائے گی اور خوش ذوق قاری کا لطف جاتا رہے گا۔

۱۵ **ابلاغ:** شاعر کو ابلاغ پر اپنی توجہ مکمل طور پر مرکوز رکھنی چاہیے، ابہام سے بچتے ہوئے اپنی بات قاری تک پہنچانے کے لیے شاعر کو اپنے اور قاری کے بیچ فنی، فکری، مذہبی، لسانی، سماجی، نفسیاتی اور سیاسی فاصلوں کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے۔

۱۶ **بھرتی:** پوری غزل میں نہ کوئی لفظ بھرتی کا ہونا چاہیے، نہ ہی کوئی شعر، اس بھرتی کو فنی لحاظ سے "حشو" کہا جاتا ہے، مثلاً محض شعر کا وزن مکمل کرنے کے لیے کسی لفظ کا اضافہ کرنا یا محض غزل کو مکمل کرنے کی خاطر ایک شعر کا اضافہ کرنا۔

۱۷ **الفاظ کی نشست:** غزل کے ہر شعر میں الفاظ کی نشست اتنی عمدہ ہونی چاہیے کہ کوئی اور شاعر اسی معنی کو اسی زمین میں اس سے اچھے انداز میں نہ کہہ سکے، اس بات کا دعویٰ کرنا تو غلط ہے، مگر کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

⑱ **زمین کا سحر:** نئے شعراء کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ بحر، قافیہ اور ردیف مبتدی کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں، کثرت مشق اور ریاضت ہی سے شاعر اس سحر سے نکل سکتا ہے۔

⑲ **شعریت:** غزل کے ہر شعر کو شعریت کے مقام تک پہنچانا چاہیے اور شعریت سے مراد وہ اوصاف ہیں جو شعر کو نثر اور کلامِ منظوم سے ممتاز کرتے ہیں۔

⑳ **ریاضت:** اپنی لکھی ہوئی غزل پر کچھ دنوں تک بھرپور تنقیدی نگاہ ڈالنی چاہیے، پھر کچھ عرصے بعد اسے دوبارہ بنظرِ تنقید دیکھنا چاہیے، خود تنقیدی کی عادت انسان کو اس کے فن میں کمال عطا کرتی ہے، اپنی غزل پر بار بار تنقیدی نگاہ ڈالنا، اغلاط کو گرفت میں لے کر ان کی اصلاح کرنا، ایک ایک خیال کو کئی کئی بار متبادل صورتوں میں موزوں کرنا ہی شاعری کی اصطلاح میں "ریاضت" کہلاتا ہے، جس کے بعد نہ صرف ہمیشہ داد دینے والی عوام، بلکہ ماہر تنقید نگار بھی ایسے شاعر کو کہنہ مشق، بلکہ استاد ماننے اور کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ناچیز کی ایک غزل

بے کیف ہے یہ تبصرے کرنا پیے بغیر
ممکن نہیں زباں کا نکھرنا پیے بغیر

کیا بے مزہ سفر ہے یہ کوہِ حیات کا
چڑھنا پیے بغیر ، اترنا پیے بغیر

زہریلا جام تھام کے سوچے ہے تشنہ کام
اچھا ہے پی کے مرنا کہ مرنا پیے بغیر

ہم کر رہے ہیں تھوک نگل کر گزارہ جو
مشکل ہے مے کدے سے گزرنا پیے بغیر

ساقی ہمارے دیس کے کیا قیس ہوگئے
دو بھر ہے دو پیالے جو بھرنا پیے بغیر

ٹکتی نہیں ہے روئے بنا آبشار بھی
بھرتا نہیں ہے بھائیو! جھرنا پیے بغیر

فتویٰ کچھ اور لکھتا اسامہ! ترا قلم
ہوتا اگر نہ تیرا مکرنا پیے بغیر

صفحہ برائے غزل

صفحہ برائے تصحیح

علم قافیہ

اگرچہ گزشتہ صفحات میں دوسرے اور تیسرے سبق میں قافیے کے بارے میں بہت کچھ بتایا جا چکا ہے، مگر اسے فنی لحاظ سے مکمل طور پر سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ چونکہ قافیے میں اصل حرف روی ہوتا ہے، اس لیے پہلے اسی کی وضاحت کرتے ہیں۔

حرف روی:

کسی بھی لفظ کے آخری اصلی حرف کو حرفِ روی کہتے ہیں۔

حرفِ روی کی اہمیت کے بارے میں محترم مزمل شیخ بسمل صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں:

"میرا تجربہ ہے کہ اگر کوئی انسان صرف حرفِ روی کے تمام پہلو سمجھ لے تو وہ علمِ قافیہ کا مکمل عالم بن سکتا ہے، اس کے بعد تمام محاسن اور معائب کھل کر خود ہی سامنے آجاتے ہیں۔"

اس اہمیت کے پیش نظر سوچا کہ کچھ آسان انداز میں اسے سمجھانے کی ایک کوشش میں بھی کرلوں، یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ بہت سے نئے شعرائے کرام کی خواہش ہوتی ہے کہ بات آسانی سے سمجھانے کے علاوہ قدیم اصطلاحات بھی سمجھا دی جائیں، اس خیال کے تحت پہلے روایتی انداز کو آسان کرکے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اس کے بعد ان شاءاللہ بالکل آسان انداز میں حرف روی کو سمجھانے کے علاوہ یہ کوشش بھی کروں گا کہ تمام الفاظ میں حرف روی پہچاننے کا طریقہ بھی آجائے۔

روایتی علم قافیہ آسان انداز میں:

حروفِ قافیہ سات ہیں، جو قوافی میں اسی ترتیب پر ہوتے ہیں:

❶ تاسیس ❷ ردف/ قید/ دخیل ❸ روی ❹ وصل ❺ خروج ❻ مزید ❼ نائرہ

ہرایک کی تشریح:

روی: آخری اصلی حرف، جیسے "کار" میں "ر"، "دانت" میں "ت"، "شرم" میں "م"، "شامل" میں "ل" اور "شرمندگی" میں "م"۔

ردف: روی سے پہلے ساکن حرف علت، جیسے "کار" میں الف۔

ردف زائد: ردف اور روی کے بیچ میں آنے والا ساکن، جیسے "دانت" میں "ن"۔

وضاحت:

حروف ردف زائد چھ ہیں جن کا مجموعہ "شرفِ سخن" بنتا ہے، جیسے "گوشت" میں "ش"، "کارد" میں "ر"، "کوفت" میں "ف"، "راست" میں "س"، "ساخت" میں "خ" اور "چاند" میں "ن"۔

قید: روی سے پہلے ساکن صحیح حرف، جیسے "شرم" میں "م"۔

دخیل: الف ساکن اور روی کے درمیان میں آنے والا ساکن حرف، جیسے "شامل" میں "م"۔

<u>**تاسیس:**</u> دخیل سے پہلے والا الف ساکن، جیسے "شامل" میں الف۔

<u>**وصل:**</u> وہ حرف جو روی کو متحرک کر دے، جیسے "شرمندگی" میں "ن"۔

<u>**خروج:**</u> وصل کے بعد والا حرف، جیسے "شرمندگی" میں "د"۔

<u>**مزید:**</u> خروج کے بعد والا حرف، جیسے "شرمندگی" میں "گ"۔

<u>**نائرہ:**</u> مزید کے بعد والا حرف، جیسے "شرمندگی" میں "ی"۔

حرکاتِ قافیہ چھ ہیں:

❶ رس ❷ اشباع ❸ توجیہ ❹ حذد ❺ مجری ❻ نفاذ

رس: تاسیس کے ماقبل کی حرکت، جیسے "شامل" میں "ش" کا زبر۔

اشباع: دخیل کی حرکت جیسے "شامل" میں "م" کی زیر۔

توجیہ: ساکن روی کے ماقبل کی حرکت، جیسے "در" میں "د" کا زبر۔

حذد: ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت، جیسے "کار" میں "ک" کا زبر اور "شرم" میں "ش" کا زبر۔

مَجرِی: حرف روی کی حرکت، جیسے "شرمندگی" میں "م" کی زیر۔

نَفاذ: وصل، خروج، مزید یا نائرہ کی حرکت، جیسے "شرمندگیاں" میں "د" کا زبر اور "گ" کی زیر اور "ی" کا زبر۔

چار اہم باتیں:

① حرف روی تو تمام قوافی میں ہمیشہ پایا جاتا ہے، مگر باقی حروف کا قوافی میں ہونا ضروری نہیں، کبھی ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے۔

② حرف روی سے پہلے والا حرف ردف، قید یا دخیل ہوتا ہے۔

③ حرف روی کے بعد تمام حروف ردیف کا حصہ ہوتے ہیں۔

④ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اگر قوافی میں یہ تمام حروف یا ان میں سے بعض ہوں تو مطابقت کس کس کی ضروری ہے؟ چونکہ آخری اصلی حرف، حرف روی ہوتا ہے اس لیے اس کی مطابقت تو ہر حال میں ضروری ہوتی ہے، اگر اس کے بعد کے کچھ یا سب حروف بھی ہوں تو چونکہ وہ ردیف ہوتے ہیں اس لیے ان کی مطابقت بھی ضروری ہے، اس صورت میں روی سے پہلے کسی بھی حرف کی مطابقت ضروری نہیں ہوتی، البتہ اگر روی کے بعد والے حروف نہ ہوں تو پھر ردف، ردف زائد اور قید کی مطابقت ضروری ہوتی ہے، دخیل اور تاسیس کی مطابقت راجح قول کے مطابق ضروری نہیں، اسی طرح حرکات میں سے مجری کی مطابقت ضروری ہوتی ہے، وہ نہ ہو تو اشباع، توجیہ اور حذو کی مطابقت ضروری ہوتی ہے، نیز ان کے ساتھ ساتھ نفاذ کی مطابقت بھی ضروری ہے۔

یہ تھا علم قافیہ کے روایتی اصول کا آسان خلاصہ، اب انھی قواعد کو ہم اپنے الفاظ میں آسان کر کے سمجھاتے ہیں۔

علم قافیہ آسان انداز میں

علم قافیہ میں مہارت کے لیے روی کی تعریف اور حکم سمجھنا ضروری ہے۔

روی کی تعریف:

کسی بھی لفظ کے اصلی حروف کی آخری حرکت سے آخری حرف تک کا مجموعہ "روی" کہلاتا ہے، جیسے "شرم" میں "ش" کا زبر، "ر" اور "م"۔

روی کا حکم:

قوافی میں روی یا روی کے قائم مقام کا متحد ہونا ضروری ہے۔

تفصیل:

ہر لفظ کے دو حصے ہوتے ہیں: اصل اور وصل

وصل وہ حصہ ہوتا ہے جسے حذف کرنے سے لفظ اپنی اصلیت نہیں کھوتا، جبکہ اصل وہ حصہ ہوتا جس میں سے اگر ایک بھی حرف کم کر دیا جائے تو لفظ اپنی اصلیت کھو بیٹھے۔

مثال نمبر (۱):

"کھانا" میں سے اگر "نا" حذف کریں تو "کھا" بچے گا، اس کی اصلیت برقرار ہے، لہٰذا

"نا" وصل ہے، مگر "کھا" میں سے اگر الف گرا دیں تو "کھ" بچے گا جس کا کوئی مطلب نہیں، لہٰذا "کھا" اصل ہے۔

مثال نمبر (۲):

"شرمندگی" میں سے اگر "ی" حذف کریں تو "شرمندہ" بچتا ہے (کیونکہ "ی" کی وجہ سے یہ "ہ" "گ" سے بدل گئی تھی)، اصلیت برقرار ہے۔

پھر "ندہ" حذف کریں تو "شرم" بچتا ہے، اصلیت اب بھی برقرار ہے۔

پھر "م" حذف کریں تو "شر" بچتا ہے، اصلیت ختم ہو گئی۔

لہٰذا "شرمندگی" میں "شرم" اصل ہے اور "ندگی" وصل ہے۔

وصل ردیف کا حصہ ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح ردیف کا تکرار غزل کے ہر شعر میں ضروری ہے اسی طرح قافیے کے وصل کا تکرار بھی ضروری ہے۔

اب جو اصل ہے اس کی آخری حرکت سے آخری حرف تک کے مجموعے کو "روی" کہتے ہیں۔

اس کی چار صورتیں بنتی ہیں:

① حرف روی خود متحرک ہو، جیسے "زمانی" میں حرف روی "ن" ہے جو کہ مکسور ہے، لہٰذا "زمانی" کا قافیہ ہر وہ لفظ کیا جا سکتا ہے جس کے آخر میں "نی" ہو، جیسے زمینی، مکانی، بدنی، بد

امنی وغیرہ، نیز "خیالی"، "سوالی" وغیرہ کو "زمانی" کا قافیہ کرنا غلط ہے، کیونکہ روی متحد نہیں ہے۔

② حرف روی ساکن ہو اس کا ماقبل متحرک ہو جیسے "سے" میں حرف روی "ے" ہے جو کہ ساکن ہے اور اس سے پہلے "س" ہے جو کہ متحرک ہے، لہٰذا اس کے قوافی میں تمام وہ الفاظ آسکتے ہیں جن کے آخر میں "ے" ہو اور ماقبل مکسور ہو، جیسے پے، دے، لے، کے، نے"، لہٰذا "ہے، قے، مے" وغیرہ کو "سے" کا قافیہ کرنا غلط ہے، کیونکہ ان میں حرفِ روی کا ماقبل مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے۔

③ حرف روی ساکن ہو، ماقبل بھی ساکن ہو، ماقبل کا ماقبل متحرک ہو، جیسے "بند" میں "د" ساکن ہے، اس کا ماقبل ن بھی ساکن ہے اور ن کا ماقبل "ب" مفتوح ہے، لہٰذا اس کے قوافی میں تمام وہ الفاظ آسکتے ہیں جن کے آخر میں "ند" ہو اور اس سے پہلا حرف مفتوح ہو، جیسے "پند، چند، گند، قند، مند" وغیرہ، نیز "عبد" اور "ہند" کو "بند" کا قافیہ کرنا غلط ہے، کیونکہ "عبد" میں دال سے پہلے ن نہیں ہے اور "ہند" میں ن کا ماقبل مفتوح نہیں ہے۔

④ حرف روی ساکن ہو، ماقبل بھی ساکن ہو، ماقبل کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اس سے پہلا متحرک ہو، جیسے "ساخت" میں "ت" حرف روی ہے، اس کا ماقبل "خ" ساکن ہے، اس کا ماقبل "الف" بھی ساکن ہے اور اس سے پہلے "زبر" ہے، لہٰذا اس کے قوافی میں صرف وہی الفاظ آسکتے ہیں جن کے آخر میں "اخت" ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے تاخت، باخت، گداخت، انداخت۔ نیز لفظ "یافت" اور "کاشت" وغیرہ کو "ساخت" کا قافیہ کرنا غلط ہے، کیونکہ ان میں ت سے پہلے خ نہیں ہے۔

ایک اہم بات:

بعض اوقات کسی لفظ کے زائد حرف کو قائم مقام روی بھی بنایا جاتا ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

غزل کے مطلع میں دو قافیے ہوتے ہیں، ان میں بھی اسی طرح روی کا اتحاد ضروری ہے، البتہ ایک گنجائش یہ بھی ہے کہ روی تو متحد نہ ہو، مگر حرف زائد کو روی کا قائم مقام کر دیا گیا ہو، جیسے رمضان کے قوافی شعبان، عثمان، عمران، ملتان وغیرہ ہیں، دوسری طرف ایک لفظ ہے: "خیزاں" چونکہ اس میں روی "ز" ہے اس لیے اس کے قوافی سوزاں، آمیزاں وغیرہ ہی سکتے ہیں، لیکن اگر مطلعِ غزل کے ایک مصرع میں رمضاں ہو اور دوسرے مصرع میں خیزاں ہو تو اس صورت میں چونکہ خیزاں کا نون غنہ حرف روی کے مقابلے میں آ رہا ہے، اس لیے اسے قائم مقام روی مان کر قافیہ مان سکتے ہیں، پھر اس صورت میں غزل کے بقیہ اشعار میں وہ الفاظ بھی آ سکتے ہیں جو رمضاں کے ہم قافیہ ہیں اور وہ الفاظ بھی جو خیزاں کے ہم قافیہ ہیں، مطلع میں اسی تعیین کو "اعلان" کہا جاتا ہے۔

مترجم قوافی

غزل کے مطلع میں جو دو قافیے ہوتے ہیں ان میں دو صورتیں جائز ہیں:

یا تو دونوں قافیوں کا روی متحد ہو۔ جیسے: "انسان" اور "آسان" میں "ان" روی ہے۔ یا پھر ایک قافیے کا جو روی ہے وہ دوسرے قافیے میں موجود ہو خواہ وہ بطور روی نہ ہو، جیسے "خوشی" اور "ولی" کا روی الگ الگ ہے، مگر "ولی" کا روی (ی) "خوشی" میں موجود ہے۔

چونکہ غزل کے دیگر اشعار میں وہی قوافی لائے جا سکتے ہیں جن کا روی مطلع کے دونوں قافیوں کے طے شدہ "روی" کے مطابق ہو، اس لیے نقشے میں پہلے دو قافیے لکھے ہیں، جنھیں مطلع کے قافیے فرض کیا جائے، پھر ان کے چھ مزید قافیے پیش کیے گئے ہیں:

قوافیِ مطلع	روی	قوافی مع ترجمہ					
اٹکنا کھٹکنا	زبر + کنا	بھٹکنا گمراہ ہونا	پھٹکنا موجود ہونا	چٹکنا کلی کا کھِلنا	سٹکنا کھسکنا	لٹکنا معلّق ہونا	مٹکنا ہاتھ نچانا
عجیب غریب	یائے معروف +ب	قریب نزدیک	حبیب پیارا	حسیب حساب کرنے والا	ادیب ماہرِ زبان	خطیب مقرر	نصیب قسمت
آپ باپ	زبر +اپ	پاپ گناہ	تاپ گرمی	ٹاپ ہاتھ پاؤں کی آواز	چھاپ ٹھپا	ناپ پیمائش	غڑاپ غوطے کی آواز
بھوت چھوت	واو معروف +ت	پوت لڑکا	سوت دھاگا	مبہوت ہکابکا	جالوت کافر بادشاہ کا نام	طاغوت شیطان/بت/کافر	تابوت میت کا صندوق
آٹھ ساٹھ	زبر +اٹھ	پاٹھ سبق، درس	ٹھاٹھ شان وشوکت	جاٹھ دُھرا	کاٹھ لکڑی	ماٹھ بڑا مٹکا	لاٹھ ستون

ثالث باعث	زیر +ث	وارث ترکے کا حقدار	حانث قسم توڑنے والا	مباحث بحثیں	حوادث حادثات	حادث قدیم کی ضد	باحث متلاشی
خارج فالج	زیر +ج	حوائج حاجتیں	نتائج نتیجے	رائج جاری/رسمی	مخارج نکلنے کی جگہیں	معالج طبیب	مدارج درجات
آنچ پانچ	زبر +انچ	برانچ شاخ،شعبہ	لانچ بڑی کشتی	قلانچ چھلانگ	جانچ پرکھ	کانچ شیشہ	سانچ سچ،صداقت
مدّاح اصلاح	زبر +اح	مصباح چراغ	جرّاح سرجن	ملّاح ناخدا	ارواح روحیں	سیّاح سیر کرنے والا	مفتاح چابی
ناصح واضح	زیر +ح	سوانح حالاتِ زندگی	صالح نیک	جوارح اعضاء	شارح شرح کرنے والا	فاتح فتح کرنے والا	مادح مدح کرنے والا
مؤرِّخ مشائخ	زیر +خ	راسخ مضبوط	ناسخ منسوخ کرنے والا	فاسخ فسخ کرنے والا	مطابخ باورچی خانے	فراسخ فرسخ کی جمع	نافخ پھونک مارنے والا
درد فرد	زبر +رد	برد ٹھنڈ	زرد پیلا، سنہرا	سرد ٹھنڈا	گرد مٹی	مرد آدمی، بہادر	نَبرد لڑائی
بند چند	زبر +ند	قند شکر، شیریں	کمند پھندا، حلقہ	زقند زغند، چھلانگ	پند نصیحت	پسند انتخاب، منظوری	بلند اونچا/اونچی
ٹھنڈ گھمنڈ	زبر +نڈ	بھَنڈ تباہی	جَنڈ ایک درخت	ڈنڈ جرمانہ	گُھرنڈ زخم کا انگور	اَرَنڈ ایک پودا	پاکھنڈ خرابی
توڑ جوڑ	واو مجہول +ڑ	موڑ پھیر/گھما	پھوڑ (آنکھ) زخمی کر	چھوڑ ترک کر	بھنبھوڑ (دانتوں سے) کاٹ	مروڑ بل/توڑ	نچوڑ دبا کر عرق نکال
کھانس بانس	زبر +انس	سانس دم، پھونک	پھانس دکھ	پھانس قابو میں کر	چانس موقع	ڈانس رقص	فرانس ایک ملک کا نام
آتش تابش	زیر +ش	رنجش غم	بارش برسات	سازش منفی منصوبہ	پرسش پوچھ گچھ	کوشش سعی	دانش فہم
خاص قصاص	زبر +اص	خلاص رہائی	خواص خاص لوگ	اشخاص شخص کی جمع	رقاص ناچنے والا	اخلاص خلوص	غواص غوطہ خور
نباض فیاض	زبر +اض	مُرتاض پرہیزگار	ناراض خفا	اِعراض منہ پھیرنا	اَغراض غرض کی جمع	امراض مرض کی جمع	فیاض سخی

مشروط مضبوط	واومعروف +ط	مخروط گاجر کی شکل کا	مخلوط ملا ہوا	مخطوط ہاتھ کا لکھا ہوا	مشروط شرط پر موقوف	منقوط نقطے والا	مربوط ربط کیا گیا
مصرع مجمع	زبر +ع	مطلع غزل کا پہلا شعر	برقع حجاب	ارفع بلندترین	منبع سرچشمہ	ملمّع چمکتا ہوا	مقطع غزل کا آخری شعر
باغ فراغ	زبر +اغ	داغ دھبا	زاغ کوا	چراغ شمع	سراغ کھوج	بلاغ تبلیغ	دماغ عقل
صارف عاکف	زیر +ف	ہاتف غیب کی آواز	عارف پہچاننے والا	کاشف کھولنے والا	منصف عادل	عاطف مہربان	واقف مطّلع
مخلوق معشوق	واومعروف +ق	صندوق تابوت	بندوق تفنگ	مفروق جدا کیا گیا	مسبوق گزشتہ	مدقوق تپ دق کا مریض	مرزوق رزق دیا گیا
ٹھنڈک بے شک	زبر +ک	تک تا	دیپک چراغ	زیرک عقل مند	بالک بچہ	مسلک دستور	عینک چشمہ
جنگ ڈھنگ	زبر +نگ	انگ عضو/بدن	بھنگ ایک نشہ آور پتی	تنگ سکڑا ہوا	رنگ رنگت، روپ	زنگ دھات کا میل	سنگ پتھر/ساتھ
قبول ببول	واومعروف +ل	رسول پیغمبر	دخول داخل ہونا	نزول اترنا	حصول حاصل ہونا	وصول پہنچنا	اصول اصل کی جمع
رحیم کریم	یائے معروف +م	اثیم گناہ گار	لئیم کمینہ	رجیم مردود	عظیم بڑا	حکیم دانا	حلیم بردبار
بائن خائن	زیر +ن	خازن خزانچی	محسن احسان کرنے والا	کمسن چھوٹی عمر کا	باطن اندرون	ممکن قابلِ امکان	لیکن مگر
پالتو فالتو	واو معروف	جستجو تلاش	دوبدو روبرو	خوبرو خوب صورت	آبرو عزت	گفتگو بات	ہوبہو بعینہٖ
انتباہ اشتباہ	زبر +اہ	بارگاہ دربار، محل	بادشاہ سلطان/غنی	سربراہ ذمہ دار	بے پناہ بہت زیادہ	دستگاہ طاقت/مہارت	خیرخواہ بھلا چاہنے والا
معافی اضافی	فی	تلافی نقصان کا عوض	قوافی قافیہ کی جمع	صحافی اخبار وغیرہ کا لکھاری	مُنافی خلاف/ضد	کافی بہت	شافی شفا دینے والا
ہمارے تمھارے	الف +رے	سارے سب	خسارے نقصانات	اشارے رموز	کنارے اطراف	ستارے نجوم	پیارے لاڈلے

بے شمار آسان زمینیں

شعراء کو اور بالخصوص مبتدی دوستوں کو چاہیے کہ غزل اور پابند نظم وغیرہ کے لیے آسان زمین کا انتخاب کریں۔ آسان زمین میں تین باتیں ملحوظ ہوتی ہیں: ① بحر کثیر الاستعمال ہو۔ ② قافیہ ایسا لفظ ہو جس کے بے شمار قوافی ہوں۔ ③ ردیف میں عموم ہو۔

بحروں کے آخری رکن کے مختلف ہونے کے اعتبار سے چار گروپس پیش کیے جا رہے ہیں، ہر گروپ میں سے کسی بھی بحر کو کسی بھی قافیے اور کسی بھی ردیف کے ساتھ جوڑ کر نئی زمین حاصل کر سکتے ہیں، نیز دیگر گروپس کے قافیہ و ردیف کو بھی حسبِ ضرورت لگا سکتے ہیں، یوں صرف ان چار گروپس میں پیش کردہ بحروں، قافیوں اور ردیفوں کو باہم ضرب دینے سے ہزاروں زمینیں نکالی جا سکتی ہیں اور اگر مزید قوافی اور ردیفیں سوچیں تو لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں زمینیں دریافت کی جا سکتی ہیں، بلاشبہ برّی زمین کی طرح شعری زمین بھی بڑی وسعت رکھتی ہے۔

پہلا گروپ

بحر	قافیہ	ردیف
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	ایسا، اپنا، پیارا، پورا، مولا، تمنا، تماشا، تقاضا	ہے
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	الفت، محنت، رحمت، عادت، محبت، عداوت	تھا/تھی/تھے
فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن	پر، اندر، بہتر، اوپر، یکسر، برابر، سمندر، سکندر	کیوں
مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن	آہٹ، مسکراہٹ، ہچکچاہٹ، سرسراہٹ، گنگناہٹ	ہو
مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن	عادی، خالی، کافی، ساتھی، سوالی، منافی، سنہری	پھر

دوسرا گروپ

بحر	قافیہ	ردیف
فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	کیسا، آدھا، پیاسا، اچھا، ایذا، پیدا، چرچا	نہیں
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	کاتب، صاحب، راغب، غالب، قالب، حاجب	کہاں
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن	عابد، زاہد، مسجد، وارد، مرشد، شاہد، واحد، حاسد	انھیں
فعولن فعولن فعولن فعو	احمد، گنبد، مرتد، سرحد، بے حد، مقصد، آمد، مفرد	تمھیں
فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	عبرت، حسرت، حیرت، کثرت، حضرت، صورت	ہمیں

تیسرا گروپ

بحر	قافیہ	ردیف
فاعلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعِلن	تابع، راجع، شارع، واسع، نافع، واقع، مانع	اسکا/ اسکی/ اسکے
فاعلاتن فعِلاتن فعِلن	ہاتف، صارف، عارف، منصف، واقف، عاکف	تیرا/ تیری/ تیرے
فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن	بک، تک، شک، ٹھنڈک، زیرک، مسلک، عینک	میرا/ میری/ میرے
فعْلُ فعول فعول فعولن	مشعل، صیقل، پاگل، چھاگل، جنگل، دنگل، مجمل	ہوگا/ ہوگی/ ہونگے

چوتھا گروپ

بحر	قافیہ	ردیف
فعولن فعولن فعولن فعولن	انا، ادا، جدا، سزا، جفا، ثنا، حنا، سما، سرا، غنا، فنا، ہوا	کا/ کی/ کے/ کو
مفاعیلن مفاعیلن فعولن	اب، تب، جب، ڈھب، رب، سب، شب، لب	میں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن	فتن، گھٹن، سجن، سخن، بدن، کرن، ہرن، وطن	سے
فعِلاتُ فاعلاتن فعِلاتُ فاعلاتن	چھت، چپت، کھپت، پرت، لغت، صفت، بُنت	پر
مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	جبیں، یقیں، زمیں، امیں، قریں، حسیں، ذہیں	تک
مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن	دلی، کلی، گلی، ولی، کمی، نمی، قوی، ابھی، دکھی، سکھی	نے

عیوبِ سخن

کلام خواہ نظم ہو یا نثر، اس میں کچھ عیوب بھی بتائے جاتے ہیں جن سے نظم و نثر ہر دو میں اجتناب کرنا ادیب و شاعر کے لیے ضروری ہے۔

ہماری اس کتاب کا موضوع چونکہ فن شعر و شاعری ہے، اس لیے اسی کو سامنے رکھ کر ان عیوب میں سے درج ذیل نو عیوب کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے:

❶ شتر گربہ ❷ عیبِ تنافر ❸ واو اور یاء کی مختلف اقسام کا خلط ❹ دولخت ❺ اخفائے غیر الف ❻ تعقید لفظی ❼ تعقید معنوی ❽ شکستِ نا روا ❾ خروج از وزن

❶ شتر گربہ:

"شتر" کے معنی اونٹ اور "گربہ" کے معنی بلی کے ہیں۔

یہ ایک عمومی اصطلاح ہے جو کہ دو غیر متناسب چیزوں کو یکجا کرنے یا متضاد صفات کو جمع کرنے یا قول و فعل میں مخالفت ہونے جیسے کسی موقع پر بولی جاتی ہے۔

ادب کے حوالے سے بھی اسے عیوبِ سخن میں میں شمار کیا جاتا ہے، ادب اور بالخصوص شعر میں اس کا مطلب یہ یوتا ہے کہ ایک ہی کلمے کے لیے کسی خاص مقصد کے بغیر دو مختلف ضمیروں کو یا تحقیر و تعظیم کے الفاظ کو استعمال کیا جائے۔ مثلاً شعر میں کسی کو مخاطب کر کے "تو" کا

صیغہ لایا جائے، پھر اسی شعر میں اسی مخاطب کے لیے "تم" یا "آپ" کا ذکر کیا جائے۔ یا کسی غائب کے لیے پہلے "اس" کا لفظ لاکر اسی شعر میں اسی غائب کے لیے "ان" یا "انھی" لایا جائے۔

مثال:

کبھی میری تربت پہ آجانا تم بھی
ترے ہجر میں جاں سے جانے لگا ہوں

اس شعر میں مخاطب کے لیے پہلے مصرع میں تم کی ضمیر استعمال کی گئی ہے، جبکہ دوسرے مصرع میں اسی مخاطب کے لیے ترے ہے، اس شترگربگی کو ختم کرنے کے لیے یا تو پہلے مصرع میں تو لانا ہوگا یا دوسرے مصرع میں تمھارے۔

ایک اور مثال دیکھیے۔

غالب کا شعر ہے:

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

اس شعر کے پہلے مصرع میں "تم" بھی ہے اور "تو" بھی، مگر یہ شترگربہ نہیں ہے، اس لیے کہ "تم" غالب کی طرف سے مخاطب کے لیے ہے، جبکہ "تو" غالب نے اپنے مخاطب کی طرف سے اپنے لیے کہا ہے، یعنی تم ہر بات میں مجھ سے کہتے ہو کہ تو کیا ہے؟ گویا غالب تو

اپنے مخاطب کے لیے کلمۂ خطاب "تم" لائے ہیں جس سے خاص تعلق ظاہر ہوتا ہے جبکہ غالب کا مخاطب غالب کو بقول غالب "تو" کہہ کر مخاطب کرتا ہے جو کہ انسانوں کے حق میں کلمۂ تحقیر ہے۔

شترگربہ کے بارے میں محترم مزمل شیخ بسمل صاحب فرماتے ہیں:

"شترگربہ بیسویں صدی سے پہلے کے یعنی متاخرین کے زمانے میں بہت پایا جاتا تھا، پھر حسرت موہانی کے دور اور بعد کے ادوار میں اس کو مکمل طور پر متروک جانا گیا۔ مصحفی، جرات وغیرہ کے کلام میں اس قسم کی مثالیں عام پائی جاتی ہیں۔ پھر بعد کے اساتذہ مثلاً داغ دہلوی اور اس زمانے کے دیگر شعراء نے اسے بالکل ختم کر دیا تو اب یہ مکروہ تحریمی ہی جانا جاتا ہے۔"

۲ عیبِ تنافر:

تنافر کا مطلب ہے باہمی دوری اور بعد۔

اب اگر معنوی طور پر کلمات میں ایسا بعد ہو کہ سننے والا درست مطلب تک پہنچنے کے لیے الجھن کا شکار ہو رہا ہو تو اسے تنافر معنوی کہا جائے گا۔ یہ عیب ہے۔

کتاب فکر و فن میں اس کی مثال کے طور یہ مصرع دیا ہے:

"ڈر کے مارے رقیب موت رہا"

اور اگر تنافر لفظی ہو یعنی ہم مخرج یا قریب المخرج حروف کلمات میں ایک ساتھ نہ آ رہے ہوں تو یہ مطلوب ہونے کی وجہ سے عیب نہیں، بلکہ قریب المخرج یا ہم مخرج حروف کا ایک ساتھ آنا عیب ہے۔ اس لیے اسے تنافر کے بجائے عیبِ تنافر کہنا چاہیے۔

جیسے دردِ دل میں دو دالیں ایک ساتھ آ رہی ہیں، ماش اور مسور کی نہیں، بلکہ درد کے آخر اور دل کے شروع کی۔

اہم بات یہ ہے کہ اس قسم کا عیب تنافر اکابر شعراء کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے:

تڑپتے دیکھ کر مجھ کو کہا ہنس کر یہ اس بت نے

(آتش)

کیونکر کریں نہ ناز وہ حسن و جمال پر
کبر و غرور رکھتے ہیں اہلِ دول تمام

(آتش)

کوئی تو دل کی آنکھ پہ پنکھا سا جھل گیا

(مومن)

کیا ابتدائے حسن میں میں تجھ پہ مر گیا

(مومن)

اب بیٹھ کے کونے میں بھی رویا نہ کریں گے

(مومن)

اس جشن میں میں بھی شامل ہوں
نوحوں سے بھرا کشکول لیے

(احمد فراز)

عیب تنافر کے بارے میں اپنے دو استادوں کے ارشادات یہاں پیش کیے دیتا ہوں:

☆ محترم محمد یعقوب آسی صاحب فرماتے ہیں:

”رہی بات معیوب کی تو جناب! عیب تو عیب ہے! ہاں کہاں تک قابلِ برداشت یا قابلِ قبول ہے اور کہاں تک نہیں؟ یہاں میرا، آپ کا انفرادی ذوق فیصلہ کرتا ہے، ہم کوئی خطِ تقسیم نہیں کھینچ سکتے۔ مثلاً تعقیدِ لفظی یا معنوی میں ہوتا ہے کہ شعر میں تعقیدِ لفظی کسی نہ کسی سطح پر ہوتی ضرور ہے۔ اب، وہ کہاں جا کر ابلاغ یا معانی میں مسئلہ پیدا کر سکتی ہے یا کرتی ہے؟ اس میں محمد یعقوب آسی، جناب اعجاز عبید اور جناب مزمل شیخ بسمل کی آراء بھی انفرادی ہو سکتی ہیں۔“

☆ جبکہ محترم مزمل شیخ بسمل صاحب کے بقول:

” عیب تنافر کے لیے ایک اصول یاد رکھیں۔ شعر میں کسی بھی جگہ اگر ایک ہی حرف کا ظہور بلا فاصلہ ایک سے زیادہ مرتبہ عروضی طور پر اس طرح ہو رہا ہے کہ وہ حرف تمام جگہ متحرک ہے تو یہ عیبِ تنافر ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک سے زیادہ مرتبہ ایک ہی حرف جو عروضی متحرک مانا جائے وہ روانی کو مجروح کرتا ہے۔ عیبِ تنافر کی عمدہ مثال میں غالب کا شعر میں

پیش کیا کرتا ہوں:

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ، ستم گر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

(غالب)

یہاں کاف کو دیکھیں تو مسلسل تین مرتبہ عروضی متحرک بلا فاصلہ واقع ہوا ہے۔ باقی بات وہی ہے کہ عیب کا جواز تو اس کا حسن و جمال طے کرے گا، آپ کا ذوق ہی پیمانہ ہوگا بقول محترم یعقوب آسی صاحب۔"

۳ واو اور یاء کی مختلف اقسام کا خلط:

یاء کی تین قسمیں ہیں:

① یائے معروف: وہ "ی" جس سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو اور خوب واضح کر کے پڑھی جائے۔ اسے الگ سے "ی" لکھتے ہیں۔ اور "چھوٹی یاء" کہتے ہیں، جیسے: لڑکی، کی، شادی، ہوگئی۔

② یائے مجہول: وہ "ی" جس سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو مگر خوب واضح کر کے نہ پڑھی جائے، اسے الگ سے "ے" لکھتے ہیں۔ اور "بڑی یاء" کہتے ہیں۔ جیسے: سارے، بچے، اچھے، ہو گئے۔

③ یائے لین: وہ ی جس سے پہلے والے حرف پر زبر ہو، یہ عربی کے علاوہ اردو الفاظ میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے: ریحان، کیسا، ہے

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قوافی اور ردیف میں یائے لین اور یائے مجہول کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ "سے" اور "کے" کے قوافی میں لفظ "ہے" کو نہیں لا سکتے، کیونکہ "ہے" میں یائے لین ہے، جبکہ "سے" اور "کے" میں یائے مجہول ہے۔

"میں" ظرفیہ اور "میں" متکلم کے دو فرق

لفظ "میں" دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

❶ میں (ظرفیہ) جیسے: "گھر میں"، "مسجد میں"

❷ میں (برائے تکلم) جیسے: "میں مسلمان ہوں۔"

ان دونوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے، مگر علم عروض اور علم قافیہ دونوں لحاظ سے یہ دونوں مختلف ہیں، اسے سمجھنا ضروری ہے۔

عروضی لحاظ سے فرق:

"میں" ظرفیہ کو ہجائے کوتاہ اور ہجائے بلند دونوں طرح بلا تکلف باندھا سکتے ہیں۔

ہجائے کوتاہ کی مثالیں:

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

ہجائے بلند کی مثال:

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

جبکہ "میں" (برائے تکلم) کو ہجائے بلند ہی باندھنا چاہیے، البتہ اگر سلاست متاثر نہ ہو رہی ہو تو اسے ہجائے کوتاہ بھی باندھا جا سکتا ہے۔

ہجائے بلند کی مثالیں:

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
وہ ستم گر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

ہجائے کوتاہ کی مثالیں:

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا ، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری ، تو قتیلِ شیوۂ آزری
میں نوائے سوختہ در گلو ، تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو ، تو حدیثِ ماتمِ دلبری

علم قافیہ کے لحاظ سے فرق:

"میں" ظرفیہ میں یائے مجہول ہے جبکہ "میں" (برائے تکلم) میں یائے لین ہے۔

یائے مجہول کا ماقبل مکسورہ ہوتا ہے، جبکہ یائے لین کا ماقبل مفتوح ہوا کرتا ہے۔

اس پس منظر میں دو قاعدے بنائے گئے ہیں:

❶ "میں" ظرفیہ اور "میں" (برائے تکلم) کو ایک دوسرے کا قافیہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

❷ اگر کسی ردیف میں "میں" ظرفیہ ہو تو اگلے کسی شعر میں اس ردیف میں "میں" متکلم کا لانا غلط ہوگا۔

اسی طرح واو ساکن کی بھی تین قسمیں ہیں:

واو معروف: جس کا ماقبل مضموم اور واضح پڑھی جائے، جیسے: حور، نور، سرور، غرور

واو مجہول: جس کا ماقبل مضموم اور واضح نہ پڑھی جائے، جیسے: کور، گور، شور، زور، چور

واو لین: جس کا ماقبل مفتوح ہو، جیسے: غور، فور، دَور، اور، جور

وضاحت:

یاء کی طرح واو کی بھی ان اقسام کو قافیہ و ردیف میں جمع کرنا درست نہیں۔

❹ دولخت:

دولخت کا مطلب ہے کہ شعر کے ہر مصرع میں الگ الگ مضمون ہو جن کا باہم ایسا ربط

نہ ہو کہ ایک دوسرے پر موقوف ہو،غزل کے ہر شعر میں دو باتیں مدنظر رکھنی چاہییں ایک یہ کہ ہر شعر میں بات مکمل ہو، کسی دوسرے شعر پر موقوف نہ ہو، دوسری یہ کہ شعر کے دونوں مصرعے مل کر بات مکمل کر رہے ہوں۔

⑤ الف کے علاوہ حروف کا اخفا:

اگر کسی صحیح ساکن حرف کے بعد متحرک الف آ جائے تو الف کو گرا کر اس کی حرکت پچھلے حرف کو دے دیتے ہیں ، یہ اخفا کہلاتا ہے ، جیسے کار آمد کو فاعلاتن بھی باندھ سکتے ہیں اور مفعولن بھی،اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

مگر الف پر قیاس کر کے ع، ح یا ہ کا اخفا کرنا غلط ہے اور شاعری میں عیب شمار ہوتا ہے۔

⑥ تعقید لفظی:

تعقید عربی زبان کا لفظ ہے۔عقد کا مطلب ہے گرہ لگانا۔

شاعری کی اصطلاح میں تعقید الفاظ کی بے محل نشست کا نام ہے۔

جس شعر کے الفاظ کی بندش اور ترتیب جتنی نثر کے قریب ہوگی اتنا ہی وہ شعر قاری کے لیے آسان اور قابل فہم ہوگا۔تاہم قافیہ، ردیف اور وزنِ شعری کی رعایت کی خاطر شاعر کو یہ

حق حاصل ہے کہ وہ روزمرہ اور محاورے کی ترتیب سے ہٹ کر الفاظ کی نشست بدل سکتا ہے، لیکن اس سے معنوی لحاظ سے شعر تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔

غالب کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

ہے خیالِ حُسن میں حُسنِ عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

اس شعر کے پہلے مصرع کے شروع میں جو "ہے" ہے، اسے مصرع کے آخر میں ہونا چاہیے تھا، تا کہ نثر کے قریب تر ہو، کیونکہ "ہے" ہمیشہ جملے کے آخر میں آتا ہے، خود اس پیراگراف میں غور کیجیے، ہر "ہے" جملے کے آخر میں ہے۔مگر وزنِ شعری کی رعایت کی وجہ سے غالب نے "ہے" کو پہلے کہہ دیا۔

اسی طرح دوسرے مصرع کی نثری ترتیب یوں ہوگی: میری گور کے اندر خلد کا ایک در کھلا ہے، مگر غالب نے یہ پوری ترتیب ہی الٹ پلٹ کر دی ہے، مگر یہ جائز ہے کیونکہ معنوی لحاظ سے شعر تبدیل نہیں ہو رہا۔

لیکن اگر "خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا" کو یوں کر دیں:

گور کے اندر ہے میری خلد کا اک در کھلا

دیکھیے غالب ہی کے مصرع کو قافیے، ردیف اور وزن کی مکمل رعایت کرتے ہوئے میں نے ترتیب دیا ہے، مگر اس میں حد درجے تعقید لفظی آ گئی، کیونکہ میری گور کے بجائے میری خلد کا مفہوم بالکل الگ ہے۔ اس درجے کی تعقید معائبِ سخن میں سے شمار ہوتی ہے، اس سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔

تعقید لفظی معیوب کی مثال کے لیے غالب ہی کا یہ شعر دیکھیے:

ہمیں پھر اُن سے اُمید اور انھیں ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیوں کر ہو

اس کی نثر یوں ہے: وہ ہماری بات ہی نہ پوچھیں تو پھر ہمیں ان سے امید اور انھیں ہماری قدر کیوں کر ہو۔

تعقید لفظی معیوب کی ایک اور مثال غالب ہی کے شعر سے:

بتاؤ اُس مژہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار
یہ نیش ہو رگِ جاں میں فرو تو کیوں کر ہو

اس شعر میں نہایت تعقید ہے، اس کو نثر میں یوں کہیں گے کہ اُس کی مژہ کو دیکھ کر یہ بتاؤ کہ ایسے نشتر رگِ جاں میں فرو ہوں تو قرار مجھ کو کیوں کر ہو۔

(شرح دیوان اردوئے غالب از طباطبائی)

خلاصہ یہ کہ الفاظ کے اس طرح آگے پیچھے کر دینے کا نام "تعقیدِ لفظی" ہے جس کی وجہ سے عبارت یا شعر سمجھنے میں دقت ہو جاتی ہے۔

❼ تعقید معنوی:

تعقید معنوی یہ ہے کہ موقع کے مطابق اپنی بات کو بیان کرنے کے لیے جو انداز اختیار کرنا تھا شاعر اس میں کسی قدر یا حد درجے ناکام رہا اور اس کی مراد تک قاری کو پہنچانے کے لیے اس کے بیان کردہ الفاظ ناکام رہے۔یعنی شاعر کی مراد کچھ اور تھی اور الفاظ اور تراکیب اپنے محل استعمال میں کچھ اور معنی دے رہے تھے۔

❽ شکستِ ناروا:

اپنے کلام کو نثر کے بجائے منظوم کرنے کا مقصد آہنگ میں کلام کو پیش کرنا ہوتا ہے، اسی آہنگ کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جس بحر میں ارکان چار ہوں اور الگ الگ ہونے کے باوجود کسی قدر مساوی ہوں، جیسے ”مفعول فاعلاتن، مفعول فاعلاتن“، اس میں ارکان کے دو ایک جیسے حصے ”مفعول فاعلاتن“ ہیں، تو ایسی بحر میں کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی لفظ پہلے حصے کے آخر میں ٹوٹ نہ رہا ہو، نہ ہی ایسی صورت ہو کہ مرکب اضافی یا توصیفی یا عطفی کا پہلا لفظ اس بحر کے پہلے حصے میں ہو اور دوسرا لفظ دوسرے حصے میں ہو، اسے ”شکستِ ناروا“ کہتے ہیں، جیسے:

جب تڑپ تڑپ کے جینا لکھا ہو قسمت میں

یہ بحر ہزج مثمن اشتر ہے،اس کا وزن "فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن" ہے،دیکھیے، یہ اس وزن کے ارکان اگر چہ الگ الگ ہیں،مگر دو مساوی حصوں میں تقسیم ہو رہے ہیں،اس لیے اس وزن پر لکھے گئے کلام میں کوئی مفرد یا مرکب ان دو مساوی حصوں پر ٹوٹے تو اسے شکستِ ناروا کہا جائے گا،اس مصرع کی تقطیع یوں ہوگی:

جب تڑپ = فاعلن

تڑپ کے جی = مفاعیلن

نا لکھا = فاعلن

ہو قسمت میں = مفاعیلن

چونکہ لفظ "جینا" کو توڑ کر پڑھنا پڑ رہا ہے،جس سے آہنگ متاثر ہو رہا ہے،اس لیے اسے شعر کے اصول کے مطابق عیب شمار کیا جاتا ہے،یہ بالکل ناجائز تو نہیں ہے،مگر شعری جمالیات اس سے متاثر ہوتی ہیں۔

❾ خروج از وزن:

چونکہ شاعری کے عیوب میں یہ عیب سب سے بڑا ہے،اس لیے اسے کسی قدر تفصیل کے

ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

شعر میں وزن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے کہ یہی چیز کلام منظوم کو نثر سے ممتاز کرتی ہے، اس لیے شاعر کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ تمام الفاظ کو بالکل درست طریقے سے باندھے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ "مدینہ" کو فعولن باندھا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ فعولن کے وزن کے مطابق ہے، اسی باندھنے کے لحاظ سے حروف اور الفاظ کی کل پانچ قسمیں ہیں: ❶ اصل حروف ❷ اختیاری ❸ متنوعۃ الاوزان ❹ غیر مکتوب ❺ غیر ملفوظ

① اصل حروف:

وہ حروف جو لکھنے میں بھی آئیں اور پڑھنے میں بھی، یعنی مکتوب بھی ہوں اور ملفوظ بھی کہ ان کا وزن بھی الگ سے شمار ہوتا ہو جیسے: "دل" میں دو حرف ہیں، دونوں لکھے بھی جاتے ہیں اور ان دونوں کا وزن بھی شمار کیا جاتا ہے۔

② اختیاری حروف:

وہ حروف جو مکتوب تو ہیں، مگر انھیں وزن میں شمار کرنے اور نہ کرنے میں شاعر کو اختیار ہوتا ہے، ایسے حروف سات ہیں:

❶ کسی لفظ کے آخر کا الف، جیسے: تماشا، اس کا اصل وزن فعولن ہے، مگر اسے فعول بھی باندھا جاسکتا ہے۔

❷ کسی لفظ کے آخر کا "وٗ"، جیسے: لفظ "تو" کہ اسے ہجائے بلند اور ہجائے کوتاہ دونوں طرح باندھ سکتے ہیں۔

❸ کسی لفظ کے آخر کی "ی"، جیسے: لفظ "کی" کہ اسے ہجائے بلند اور ہجائے کوتاہ دونوں طرح باندھ سکتے ہیں۔

❹ کسی لفظ کے آخر کی "ے"، جیسے: لفظ "کے" کہ اسے ہجائے بلند اور ہجائے کوتاہ دونوں طرح باندھ سکتے ہیں۔

❺ کسی لفظ کے آخر کی "ہ"، جیسے: لفظ "یہ" اور "وہ" کہ انھیں ہجائے بلند اور ہجائے کوتاہ دونوں طرح باندھ سکتے ہیں۔

❻ حرف عطف "وٗ" جیسے: "جان و دل" کو مفعولن اور فاعلن دونوں طرح باندھ سکتے ہیں۔

❼ وہ الف جو متحرک ہو اور اس کا ماقبل حرف صحیح ساکن ہو، شاعر کو اختیار ہے کہ ایسے الف کو گرا کر اس کی حرکت ماقبل ساکن کو دے دے، جیسے: لفظ "زور آور" کو فاعلاتن بھی باندھا جاسکتا ہے اور مفعولن بھی، اسے "اِخفائے الف" کہتے ہیں۔

③متنوِّعۃ الاوزان:

اس نقشے میں وہ الفاظ ہیں جنھیں متعدد انداز میں باندھا جاسکتا ہے:

الفاظ	پہلا طریقہ	دوسرا طریقہ	تیسرا طریقہ	چوتھا طریقہ
تیرا، میرا، تیری، میری، تیرے، میرے، کوئی	فعْلن	فعو	فاع	فعُ
آئینہ/آئنہ	مفعولن	مفعول	فاعلن	فاعلُ
رکھا، چکھا، لکھا	فعْلن	فعو	فاع	فعُ
امید	مفعول	فعول	ـ	ـ
گلستان	مفاعیل	فاعلات	فعولن	فاعلن
طرح	فعو	فاع	ـ	ـ
حرکت، برکت	فعِلن	فعْلن	ـ	ـ
ایک، اور	فاع	فع	ـ	ـ
جبرائیل/جبرئیل جبریل	مفعولات	فاعلات	مفعول	ـ
ریشم/بریشم/ابریشم	فعْلن	فعولن	مفعولن	ـ
راستہ/رستہ	فاعلن	فاعِلُ	فعْلن	فاع

④غیر مکتوب حروف:

وہ حروف جو ملفوظ تو ہوں، مگر مکتوب نہ ہوں، جیسے: مرکب اضافی یا توصیفی میں پہلے جز کا اختتام کھینچ کر کرنا، مثلاً: "جانِ جاں" کو "جانے جاں" یعنی مفعولن باندھنا۔

⑤غیر ملفوظ:

وہ حروف جو مکتوب تو ہوں، مگر ملفوظ نہ ہوں، یہ بہت سے ہیں، ان میں سے آٹھ درج ذیل ہیں:

❶دو چشمی ہاء (ھ) ❷نون غنہ (ں) ❸الف وصل (جیسے بالکل کا الف) ❹واو معدولہ (جیسے خواہ) ❺واو مخلوطہ (جیسے سوانگ) ❻یائے مخلوطہ (جیسے دھیان) ❼رائے مخلوطہ (جیسے پریم) ❽تین ساکنوں میں سے تیسرا (جیسے گوشت کی ت)۔

چونکہ عربی، فارسی اور ہندی پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے انھیں پہچاننا مشکل ہوتا ہے، اس لیے ہم ذرا تفصیل سے بتاتے ہیں۔

❶دو چشمی ہاء (ھ):

اردو میں اٹھائیس حروف عربی زبان کے ہیں: ا، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز،

س،ش،ص،ض،ط،ظ،ع،غ،ف،ق،ک،ل،م،ن،و،ہ،ی۔

یہ سب فارسی میں بھی ہیں، نیز پ،چ،ژ،گ بھی،یعنی فارسی میں کل ۳۲ حروف ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ حروف اردو میں اور بھی ہیں، جو مولانا انجم فوقی بدایونی صاحب نے اپنی کتاب فکروفن میں سات لکھے ہیں: ٹ،ڈ،ڑ،لا،ھ،ء،ے

یعنی اردو میں کل انتالیس حروف ہیں۔

پندرہ حروف میں دوچشمی ہاء (ھ) لگتی ہے، جو صرف ہندی الفاظ میں پائے جاتے ہیں: بھ،پھ،تھ،ٹھ،جھ،چھ،دھ،ڈھ،رھ،ڑھ،کھ،گھ،لھ،مھ،نھ۔

بھ کی مثالیں: بھی، بھائی، بھابھی، بھولنا، بھولا، بھاگنا، بھیگنا، گوبھی، بھیڑ۔

پھ کی مثالیں: پھر، پھول، پھندا، پھوپھی، پھرتی، پھولنا، پھرنا، پھاڑنا، پھینکنا۔

تھ کی مثالیں: تھامنا، تھالی، تھکنا، تھپکنا، تھوڑا، تھیلی، ہتھیلی، ہتھیار، ہتھوڑا۔

ٹھ کی مثالیں: ٹھوکر، اٹھانا، ٹھہرنا، ساٹھ، آٹھ، ٹھاٹھ، جوٹھا، انگوٹھا، کوٹھی۔

جھ کی مثالیں: جھومر، جھولی، جھانکنا، جھرجھری، جھنجھنا، جھنڈا، جھلک، جھوٹا۔

چھ کی مثالیں: چھ، چھاچھ، چھوٹا، کچھ، چھالیا، چھونا، چھانا، چھاننا، چھپانا، چھٹی۔

دھ کی مثالیں: چودھری، آدھا، دھندلا، دھواں، دھڑ، دھوکا، دھونس، دھیان۔

ڈھ کی مثالیں: ڈھائی، ڈھانا، ڈھول، ڈھنڈورا، ڈھٹائی، ڈھیٹ، ڈھب۔

رھ کی مثالیں: گیارھواں، بارھواں، تیرھواں، پندرھواں، سترھواں، اٹھارھواں۔

ڑھ کی مثالیں: اڑھائی، چڑھنا، کڑھنا، کڑھائی، پڑھائی، چڑھائی۔

کھ کی مثالیں: کھرا، کھوٹا، کھیر، کھاد، کھانا، کھانسنا، کھولنا، چکھنا، سکھ، دکھ۔

گھ کی مثالیں: گھر، گھات، گھاٹ، گھومنا، گھڑنا، گھوڑا، گھڑا، گھڑی، سگھڑ۔

لھ کی مثالیں: کلھاڑی، کلھڑ، کلھیا، کلھیاں، الھڑ، سولھواں۔

مھ کی مثالیں: تمھاری، تمھیں، تمھی، کمھار، کمھارن، کمھاری۔

نھ کی مثالیں: انھیں، انھی، ننھا، ننھی، ننھیال، ننھیا۔

❷نون غنہ (ں):

یہ فارسی اور ہندی الفاظ میں پایا جاتا ہے، لفظ کے بیچ یا آخر میں ہوتا ہے، اس کی ادائیگی کے لیے آواز ناک سے نکالی جاتی ہے، مگر یہ ملفوظ نہیں ہوتا، اس لیے علمِ عروض کے مطابق اس کا وزن شمار نہیں کیا جاتا، جیسے: جا اور جاں دونوں کا وزن ایک ہجائے بلند ہے۔

عربی میں نون غنہ غیر ملفوظہ کا وجود نہیں ہے۔

فارسی کے جن الفاظ کے آخر میں نون غنہ ہے انھیں جب مفرد استعمال کیا جائے تو اختیار ہوتا ہے کہ نون کو غنہ رکھیں یا ملفوظ مان کر اس کا وزن شمار کیا جائے، جیسے مردمان اور مردماں، خون اور خوں، لیکن ترکیب اضافی، ترکیب توصیفی یا ترکیب عطفی میں اس نون کو غنہ رکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے: قطرۂ خوں، کارہائے مرد ماں۔

ہندی کے جن الفاظ کے آخر میں نون غنہ ہو انھیں ملفوظ باندھنا بالکل غلط ہے، جیسے ماں کو مان باندھنا، اسی طرح جن الفاظ کے آخر میں نون ملفوظہ ہو اس کو غنہ بنانا بھی ٹھیک نہیں، جیسے دھیان کو دھیاں باندھنا غلط ہے۔

جن الفاظ کے بیچ میں نون غنہ ہے اگر اس سے پہلے حرف علت ساکن ہو تو اس نون کو وزن میں شمار نہیں کیا جاتا، جیسے:

الف کے بعد: دانت، آنت، چھانٹ، بانٹ، ڈانٹ، کانچ، آنچ، سانچ، جانچ، پانچ، لانچ، پھانک، چاند، چاندنی، ٹانگ، مانگ، بانگ، چھلانگ، سوانگ، دانگ، رانڈ، سانڈ، بھانڈ، سانپ، کانپ، ہانپ، کھانس، وغیرہ۔

واو کے بعد: اونٹ، ٹھونک، گوند، بوند، سونڈ، لونگ، بھونک، ٹھونک، جھونک، چونچ، وغیرہ۔

یاء کے بعد: اینٹ، چھینک، پھینک، کھینچ، بھینچ، نیند، وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی بے شمار الفاظ ہیں، کسی ضابطے کے تحت انھیں جمع کرنا مشکل ہے، آسانی کے لیے کچھ الفاظ کا وزن بتایا جاتا ہے، نون کے اعلان یا عدم اعلان کا فیصلہ آپ خود کر لیجیے گا:

فع:

دھند، گندھ، ننگ (برہنہ)، نند، ہنس، پھنس، دھنس۔

فعو:

بھنور، سنور، کنول، کنواں، پہنچ، ہنسی۔

فاع:

بند، پند، پنج، مند، چند، گند، قند، تنگ، جنگ، سنگ، ننگ (حیا)، ہند۔

فعلن:

مہنگا، مہندی، دھندلا، کنگھی، منڈی، بھنڈی، ٹھنڈی، جھنڈی، صندل، غنچہ، غنڈا، چندہ، پھندا، کندھا، اندھا، ننگا، گندہ، ہنسنا، دھنسنا، گھنٹا، گنگا، سانچا، کانٹا، دھنیا، پہنچا، ہندو، ہندی، ہنڈیا، اندر۔

فعول:

گنوار، پسند، کمند، گھمنڈ، ہنکار، اندھیر۔

فعولن:

گنوانا، کنوارا، سمندر، شناور، پہنچنا، ہنڈولا، اندھیرا، ڈھنڈورا۔

فاعلن:

جھنجھنا، سانحہ، سانولا، پونچھنا، ہندسہ۔

مفعول:

دھنکار، فنجان، قندیل، قنطار، بنیان، انتیس، انجام، انداز، اندام، اندوز، اندیش، انسان، انکار۔

مفعولن:

جھنجھلاہٹ، ہنگامہ، انکاری، فنکاری، اندازہ، اندوزی۔

۳ الف وصل:

یہ ہمیشہ عربی الفاظ میں ہوتا ہے، جیسے واللہ، بالکل، بالمشافہ، بالواسطہ، بالمقابل، بالیقین، بالضرور، بالفرض، بالترتیب، فی البدیہہ، فی الحال، فی الفور، فی الوقت، علی الاطلاق، علی الاعلان، علی الرغم، علی العموم، علی الصبح۔

۴ واو معدولہ:

خوان، خوار، خواری، خواہ، تنخواہ، خواہ مخواہ، خواہاں، خواہش، خود، خودی، خود بخود، خویش، خویشاوند، خواب، خوابیدہ، خورشید، خوردہ، خورِش، خوش، خوشی، خوشامد، خواہر، خواجہ، خواندہ۔

واو معدولہ صرف فارسی کے الفاظ میں پایا جاتا ہے اور کسی زبان میں نہیں، پھر فارسی میں بھی صرف چند الفاظ میں جو کہ اوپر ذکر کیے گئے، ان کے علاوہ شاید کچھ اور بھی ہوں، باقی تمام الفاظ میں واؤ وزن میں شمار ہوتا ہے، جیسے:

روا، جوان، گواہ، نوا، ناتواں، سوار، نواز، نوالہ۔ وغیرہ۔

❺ واوِ مخلوطہ:

وہ واؤ جسے وزن میں شمار نہ کیا جائے، جیسے "سوانگ" کا واؤ، یہ اصل میں "سانگ" تھا، جس کے کئی مطلب ہیں، جن میں سے شعبدے اور کھیل، تماشے کے معنی میں یہ "سوانگ" لکھا جانے لگا۔

❻ یائے مخلوطہ:

کیا (استفہامیہ)، پیار، پیارا، پیاس، پیاسا، سیانا، بیاہ، دھیان۔

اس طرح کی "ی" عام طور پر ہندی کے الفاظ میں پائی جاتی ہے، فارسی میں نہیں، لہٰذا ان الفاظ میں "ی" وزن میں شمار ہوگی: نیام، پیادہ، پیالہ، پیاز، پیازہ، پیازی، درمیان، سیاہ، سیاہی، ایاز، پیام، زیاں، گیاہ، نیاز، کیانی۔

نیز ہندی کے بھی ایسے بے شمار الفاظ ہیں جن میں یائے مخلوطہ نہیں ہے، جیسے:

تیا پانچا (اس تیا میں ی مشدد ہے اور یہ فعلن کے وزن پر ہے)، جیا (محبوب)، جیا (زندہ رہا)، دیا (مشعل)، دیا (دینا کا ماضی)، گیا (جانا کا ماضی)، لیا (لینا کا ماضی)، نیا، کیا (کرنا کا ماضی)، گیان، جیالا، میاں (شوہر)، میاؤں۔

لہٰذا یہ بھی وزن میں شمار ہوگی۔

ہندی کے الفاظ میں توسع بھی ہے، لہٰذا بوقت ضرورت وزن میں شمار کرنا نہ کرنا شاعر کی صواب دید پر بھی چھوڑا جا سکتا ہے، خصوصاً ان الفاظ میں:

کیاری، بیاج، گیارہ، بیالیس، بیاسی، چھیالیس، چھیاسٹھ، چھیاسی، چھیانوے

❼ رائے مخلوطہ:

جیسے: پریم، کرشن، پریت۔

❽ تین ساکنوں میں سے تیسرا:

جب کسی لفظ میں تین ساکن ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو دوسرا ساکن ہجائے کوتاہ باندھا جاتا ہے اور تیسرا ساکن کالعدم شمار کیا جاتا ہے، عام طور پر ایسے الفاظ حرف "ت" پر ختم ہوتے ہیں اور "ت" سے پہلے "خ، س، ش، ف" میں سے کوئی حرف ہوتا ہے اور اس سے پہلے کوئی حرف علت ہوتا ہے، جیسے:

راست، درخواست، دوست، پوست، نیست، چیست، زیست۔

آخت، باخت، تاخت، ساخت، شناخت، گداخت، پرداخت، انداخت، سوخت، فروخت، دوخت، آموخت، ریخت، گریخت، انگیخت، برانگیخت۔

بافت، تافت، یافت، دریافت، کوفت۔

کاشت، یادداشت، چاشت، گزاشت، نگہداشت،، برداشت، گوشت۔

سوالات و جوابات

ناچیز سے لوگ مختلف اوقات اور مقامات میں اردو ادب اور عروض سے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھتے رہتے ہیں، یہ ناچیز بڑوں کی کتابوں اور ارشادات سے جو استفادہ کرتا ہے وہ دوسروں کو بھی بتادیا کرتا ہے۔

اسی سلسلے کے کچھ سوالات اور جوابات جو کہ محفوظ کر لیے تھے عام افادے کی خاطر یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

لفظ واہ کی عروضی تحقیق کیا ہے؟

سوال (۱)

لفظ"واہ" کو کس طرح باندھا جاتا ہے؟

جواب:

لفظ"واہ" کو فاع ہی باندھا جاسکتا ہے، البتہ جب یہ مصرع کے آخر میں ہو تو تسبیغ یا اذالے کی اجازت سے کام لیا جاسکتا ہے، مگر اس وقت بھی یہ فاع ہی رہے گا۔

جبکہ لفظ"واہ واہ" کو جو کہ فاعلات کے وزن پر ہے، فاعلن باندھا جاسکتا ہے، اس صورت میں اسے"واہ وا" لکھا جائے گا، یعنی دوسرے واہ کی ہ گرائی جاسکتی ہے، نہ کہ الف۔

لفظ "طیبہ" کی عروضی تحقیق کیا ہے؟

سوال: (۲)

لفظ "طیبہ" فاعلن ہے یا فعلن؟

جواب:

لفظ "طیبہ" فعلن اور فاعلن دونوں طرح درست ہے۔

البتہ طیبہ (فاعلن) طیب کی تانیث ہے، لفظ مدینہ کے بعد اس کی صفت کے طور پر آتا ہے، یا پھر کسی اور (لڑکی یا مسجد وغیرہ) کے علم کے طور پر اکیلا بھی استعمال ہوتا ہے۔

اور "طیبہ" (فعلن) سے مدینہ منورہ مراد لیا جاتا ہے، اس کے ساتھ لفظ مدینہ نہیں لکھا جاتا۔

خلاصہ یہ کہ اگر مدینہ طیبہ کہا جائے تو یہ طیب کی تانیث اور فاعلن کے وزن پر ہوگا اور اگر طیبہ کے باشندے کہا جائے تو یہ فعلن ہوگا۔

افاعیل، تفاعیل اور مفاعیل کا کیا مطلب ہے؟

سوال: (۳)

اسلام وعلیکم جناب! یہ "تفاعیل" اور "مفاعیل" کیا ہوتے ہیں؟ یہ کن بحور کے ساتھ

اور کن کن مقامات پر استعمال کیے جا سکتے ہیں؟ مہربانی کر کے میرے مسئلے کا جامع حل بتائیے گا،آپ کے شفقت بھرے جواب کا منتظر ہوں۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب سے پہلے ان تینوں کی لغوی لحاظ سے تحقیق پیش کرتا ہوں:

افاعیل:فعل کی جمع افعال اور پھر افعال کی جمع افاعیل،یعنی کئی سارے کام۔

تفاعیل:تفعیل(کرانا،کروانا) کی جمع۔

مفاعیل:مِفعال(اسمِ آلہ) کی جمع۔

افاعیل تفاعیل: بےتکی باتیں

اصطلاحی لحاظ سے:

افاعیل:علم عروض کے ارکان جن سے بحریں بنائی جاتی ہیں۔

تفاعیل اور مفاعیل کو اس معنی کے لیے استعمال کرنا میرے نزدیک مناسب نہیں،مگر کچھ حضرات نے کیا ہے۔

البتہ عروض کے آٹھ ارکان میں سے ایک رکن مفاعیلن ہے جس میں زحاف کف لگنے سے مفاعیل (بحرکتہ اللام) اور زحاف قصر لگنے سے مفاعیل (بسکون اللام) بنتا ہے۔

آپ کے سلام میں املائی لحاظ سے دو غلطیاں ہیں:

① السلام کے بجائے اسلام لکھا ہے، السلام کا مطلب سلامتی اور اسلام کا مطلب ہے گردن جھکانا۔

② آپ نے علیکم سے پہلے ولکھا ہے جس کا یہاں کوئی محل نہیں ہے۔ السلام علیکم کا مطلب ہے آپ پر سلامتی ہو، جبکہ اسلام وعلیکم کا مطلب ہے گردن جھکانا اور آپ پر۔

مراعاتِ نظیر، تضاد اور ایہامِ تضاد میں کیا فرق ہے؟

سوال:(۴)

مطابقت، تضاد، مراعاتِ نظیر، ایہامِ تضاد اور ایہامِ تناسب میں کیا فرق ہے؟

دو لفظوں میں کچھ نہ کچھ یا مکمل تقابل ہو تو اسے مطابقت کہتے ہیں جیسے باپ اور بیٹا، نابینا اور آنکھ۔

میر کیا سادے ہیں، بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں
(میر تقی میر)

اس شعر میں "بیمار" اور "دوا" میں صنعتِ مطابقت پائی جارہی ہے۔

اگر تقابل مکمل ہو تو اسے "تضاد" بھی کہتے ہیں، جیسے حرکت وسکون، وجود وسلب۔

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا
(غالب)

اس شعر میں "زیاں" اور "سود" ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

سرزمین اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قربِ فراق انگیز ہے
(اقبال)

اس شعر کے مصرع ثانی میں صنعتِ تضاد ہے کہ "وصل" اور "فراق" میں مکمل تقابل ہے۔

پھر "تضاد" کی دو قسمیں ہیں: ایجابی اور سلبی

"تضادِ سلبی" یہ ہے کہ نفی کے ذریعے تضاد پیدا کیا جائے، جیسے: بینا اور نابینا، کھایا اور نہیں کھایا۔ "تضادِ ایجابی" یہ ہے کہ نفی کے بغیر تضاد ہو، جیسے: حرکت اور سکون۔

اور اگر کلام میں دو چیزیں ایسی جمع کی جائیں جن میں تقابل نہ ہو بلکہ مناسبت ہو تو اسے "مراعاتِ نظیر" کہتے ہیں، جیسے: شمس وقمر، درودیوار، آسمان وزمین۔

یاں کوئی دن رات وقفہ کر کے قصد آگے کا کر
کارواں گاہِ جہانِ رفتنی منزل ہے کیا
(میر تقی میر)

اس شعر میں دن اور رات میں تضاد ہے جبکہ کارواں، رفتنی، قصد، وقفہ اور منزل میں مراعاتِ نظیر ہے۔

"ایہامِ تضاد" یہ ہے کہ کسی نثر پارے یا شعر میں ایسی دو چیزوں کا ذکر کیا جائے جن میں تضاد وغیرہ نہ ہو، لیکن جن الفاظ سے انھیں تعبیر کیا ہے ان کے حقیقی معنوں میں تضاد ہو۔

جب سے تیری صورت پیشِ نظر ہے
میرے دل کی دنیا زیر و زبر ہے
(امین یوسف)

اس شعر میں زبر و زیر کے ساتھ پیش کو لانا "ایہامِ تضاد" ہے، کیونکہ لفظی لحاظ سے یہ تینوں متضاد حرکتوں کے نام ہیں۔

اردو میں چھوٹی موٹی اور برا بھلا جیسی ترکیبیں ایہامِ تضاد کی مثالیں کہلائی جاسکتی ہیں۔

"ایہامِ تضاد" سے ملتی جلتی ایک صنعت "ایہامِ تناسب" بھی ہے، کلام میں دو چیزوں کا ذکر کرنا جو کہ لفظی لحاظ سے ایک دوسرے کے مناسب ہوں، مگر جو مطلب مراد لیا جا رہا ہو اس لحاظ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے مناسبت نہ رکھتی ہوں۔

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کُشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موجِ شراب
(غالب)

اس شعر میں ”بال کشا“ کی مناسبت سے صراحی کے لیے ”بطِ مے“ کی ترکیب کو پیش کیا گیا ہے، جوکہ ایہامِ تناسب ہے۔

الف کے اخفا کا اصول کیا ہے؟

سوال:(۵)

کیا الف کو ہر وقت گرا سکتے ہیں یا اس کا کوئی قاعدہ ہے؟

جواب:

اگر کسی صحیح ساکن حرف کے بعد متحرک الف آ جائے تو الف کو گرا کر اس کی حرکت پچھلے حرف کو دے دیتے ہیں، یہ اخفا کہلاتا ہے، جیسے کار آمد کو فاعلاتن بھی باندھ سکتے ہیں اور مفعولن بھی، اسی طرح لفظ ”وقت اشارہ“ کو فعل فعولن اور فاعلاتن دونوں طرح باندھا جا سکتا ہے۔

مگر الف پر قیاس کر کے ع، ح یا ہ کا اخفا کرنا غلط ہے اور شاعری میں عیب شمار ہوتا ہے۔

علم عروض کیوں ضروری ہے؟

سوال:(٦)

کیا علم عروض سیکھے بغیر صرف بحر کے ذریعے وزن کرنا سیکھ کر کوئی شعر کہہ اور لکھ سکتا

ہے؟علم عروض کی اپنی جگہ کتنی اہمیت ہے؟

جواب:

صرف کلام کو موزوں کرنا سیکھنے سے شعر اور غزل کہنے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے، بقدر ضرورت علم عروض سیکھنا چاہیے، یعنی کم از کم اتنا کہ اگر اجازات کو اختیار کرنا چاہے تو غلطی نہ کر بیٹھے، نیز ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کے کلام کو غیر موزوں قرار نہیں دے گا۔ لیکن علم عروض میں اتنا پڑ جانا کہ شاعری ترک کر بیٹھے تو گویا اس نے ایک فن سیکھ کر دوسرا چھوڑ دیا۔

قلمی نام بہتر ہے یا حقیقی نام؟

سوال:(۷)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت! قلمی نام استعمال کرنا بہتر ہے یا حقیقی نام؟

جواب:

وعلیکم السلام، اگر قلم کے میدان میں اپنی شناخت بنانی ہے تو حقیقی نام بہتر ہے، بے شک اس میں ایک آدھ نئے لفظ یا تخلص کا اضافہ کرلیا جائے اور اگر گمنام رہ کر ہی لکھنے کا ارادہ ہے تو قلمی نام ٹھیک ہے۔

لفظ کہیں وہیں وغیرہ کے ساتھ "پر" لگا سکتے ہیں؟

سوال: (۸)

شاعری میں لفظ "کہیں"، "وہیں"، "یہیں"، "وہاں"، "کہاں" وغیرہ کے ساتھ "پر" یا "پہ" کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

یہاں دراصل تین چیزیں سمجھنے کی ہیں:

❶ کہاں، وہاں، یہاں اصل ہیں، جب ان کے ساتھ لفظ "ہی" کا اتصال کیا گیا تو یہ کہیں، وہیں، یہیں بن گئے۔

❷ لفظ "کہاں" کے معنی ہیں کس جگہ اور لفظ "وہاں" کے معنی ہیں اُس جگہ اور لفظ "یہاں" کے معنی ہیں اِس جگہ، لہٰذا "کہیں" کے معنی ہیں کسی جگہ، "یہیں" کے معنی ہیں اِسی جگہ اور "وہیں" کے معنی ہیں اُسی جگہ۔

❸ لفظ "پر" کا استعمال درجِ ذیل معانی کے لیے ہوتا ہے:

① ظرف مکان کے لیے جیسے دروازے پر کھڑا ہے۔

② ظرف زمان کے لیے جیسے وقت پر کام آیا۔

③ انحصار کے لیے جیسے ایک مجھی پر کیا، سب کا یہی حال ہے۔

④خاطر کے معنی میں جیسے وہ مجھ پر جان دیتا ہے۔

⑤واسطے کے معنی میں جیسے کام پر گیا ہے۔

⑥طرف کے معنی میں جیسے اس پر کسی کا خیال نہ گیا۔

لہٰذا:

کہاں = کس جگہ	کہیں = کسی جگہ
کہاں پر = کس جگہ پر	کہیں پر = کسی جگہ پر

وعلیٰ ہٰذا یہاں، یہیں، یہاں پر، یہیں پر، وہاں، وہیں، وہاں پر اور وہیں پر۔

لفظ ’’سہم‘‘ فاع ہے یا فعو؟

سوال: (۹)

محترم محمد اسامہ سَرسَریؔ صاحب! بندے نے اپنی غزل میں ایک لفظ ’’سہم‘‘ استعمال کیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا وزن فعو نہیں فاع ہے، جس پر بندے نے اسے بدل دیا تھا، جب کہ میری دانست میں اس کا وزن فعو ہے، اس لیے کہ اردو زبان میں یہ جو لفظ استعمال ہوتا ہے فیروز اللغات کے مطابق یہ لفظ ہندی زبان کا ہے اور عام طور پر یہ متحرک الاوسط ہی استعمال ہوتا ہے جس کے مطابق اس کا وزن فعو ہونا چاہیے، البتہ ایک لفظ سہم عربی میں استعمال ہوتا ہے جس کے معانی حصہ، تیر آتے ہیں، یہ اردو والے سہم سے بالکل جدا ہے اور

یہ لفظ ساکن الاوسط ہے جس کا وزن ضرور فاع ہی ہے، فیروز اللغات سے اردو کے سہم کے بارے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ساکن الاوسط ہے یا متحرک الاوسط، اب آپ سے اس کے متعلق تفصیلی رہنمائی درکار ہے کہ اس کا وزن فاع کس بنا پر ہے؟

جواب:

سہم اردو میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے: ❶ حصہ ❷ خوف

اول الذکر عربی الاصل ہے جبکہ ثانی الذکر فارسی الاصل ہے۔

دونوں کا وزن فاع ہے۔

"سہمنا" فارسی والے سہم سے بنایا گیا ہے، جو کہ بروزن فاعلن ہے۔

سہما، سہمی، سہمے سب فعلن ہیں۔

سہمگین اور سہمناک (خوفزدہ) فاعلان ہیں۔

اردو زبان میں اور کوئی تیسرا سہم نہیں ہے، قرعے کا تیر، مکان کا شہتیر، دائرے کا ٹکرا اور ناپ وغیرہ معانی کے لیے جو سہم مستعمل ہے وہ بھی عربی والا ہی ہے۔ جیسے سہمِ معین بھی اسی معنی میں ہے۔

آپ کے پاس شاید پرانی فیروز اللغات ہے، جس کے مطابق سہم ہندی کا ہے، حالانکہ یہ لفظ فارسی الاصل ہے۔

مزید یہ کہ کسی لفظ کا ہندی الاصل ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوتی کہ وہ متحرک الاوسط ہوگا، دُشٹ، بھرت (ایک دھات)، بھکت (پرہیزگار) وغیرہ ساکن الاوسط ہیں، حالانکہ ہندی کے ہیں۔

آزاد نظم میں کیا کیا پابندیاں ہیں؟

سوال: (۱۰)

آزاد نظم یا آزاد غزل کا قائدہ، یا اصول کیا ہوگا یا بالکل ہی آزاد ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر یہ نثر سے کیسے مختلف ہوتا ہے؟

جواب:

① لفظ آزاد میں "ز" ہے نہ کہ "ذ"۔

② لفظ قاعدہ میں "ع" ہے نہ کہ "ء"۔

③ غزل ہمیشہ پابند ہوتی ہے، نظم آزاد اور پابند دونوں طرح کی ہوتی ہے۔

④ آزاد نظم بالکل آزاد نہیں ہوتی، بلکہ بحر، قوافی اور ردیف سے آزاد ہوتی ہے، جبکہ ایک یا متعدد ارکان کے تکرار کی پابندی کو اس میں ملحوظ رکھا جاتا ہے، اسی لحاظ سے یہ نثر سے مختلف ہوتی ہے کہ نثر میں بالکل پابندی نہیں ہوتی۔

درست لفظ تماشا ہے یا تماشہ؟

سوال: (۱۱)

لفظ تماشا کو تماشا لکھنا چاہیے یا تماشہ یا دونوں طرح درست ہے؟

جواب:

تماشا، تقاضا، تحاشا، تمنا جیسے الفاظ عربی الاصل ہیں، جو کہ دراصل باب تفاعل یا تفعل کے مصادر ہیں اور عربی میں تماشی، تقاضی، تحاشی اور تمنی تھے، مورد بنا کر ان کی "ی" کو الف سے بدل دیا گیا، ان کے آخر میں "ہ" لکھ کر تماشہ، تقاضہ، تحاشہ وغیرہ لکھنا درست نہیں، بہت سے غلط رواجوں کی طرح اسے بھی ترک کرنے کی ضرورت ہے۔

البتہ کچھ الفاظ ایسے ہیں جو اسی قبیل سے ہیں مگر ان کی "ی" ہنوز برقرار ہے جیسے تسلی، تجلی، تحری، تحدی، ترقی، تعلّی، تعدی، تشفی، تلقی، تلافی، تلاشی، تعاطی، تساوی وغیرہ، ان کے آخر میں "ی" ہی لکھی جا سکتی ہے، الف نہیں اور "ہ" تو بالکل نہیں۔

لفظ شمع کا درست وزن کیا ہے؟

سوال: (۱۲)

شمع و گل کی کیا جوانی ہے
چند گھڑیوں کی زندگانی ہے

جناب! کیا یہ شعر وزن کے مطابق ہے؟ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ وزن کے مطابق نہیں ہے، جبکہ دوسرے بعض شعراء کا کہنا ہے کہ یہ وزن کے مطابق ہے، پھر ان میں سے بعض کے نزدیک شمع فعلن، جبکہ بعض کے نزدیک فاع، مگر دونوں ہی اسے درست بتلا رہے ہیں، یہ کیا ماجرا ہے۔

جواب:

"شمع و گل کی کیا جوانی ہے"

یہ مصرع اس وزن (فاعلاتن مفاعلن فعلن) سے خارج ہے۔

اسے موزوں کہنے والے حضرات کو دراصل دو قسم کے مغالطے ہو رہے ہیں:

❶ شمع کو فعلن سمجھنا۔ (حالانکہ شمع صرف اور صرف فاع ہے)

اس مغالطے کے مطابق تقطیع یوں ہوگی:

شمّع و گل = فاعلاتن = (شم: فا۔۔۔معو: علا۔۔۔گل: تن)

کی کیا جوا = مفاعلن نی ہے = فعلن

❷ واو عاطفہ کو مفتوح مان کر اس کا اشباع کرنا یعنی کھینچ کر دو حرفی بنا ڈالنا۔ (اس میں دو غلطیاں ہیں: ایک یہ کہ واو عاطفہ اردو اور فارسی میں کبھی مفتوح نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، البتہ عربی زبان میں مفتوح ہوتا ہے، دوسری یہ کہ یہ اشباع یعنی کسی حرف کی حرکت کو کھینچ کر اسے دو حرف کے برابر کر دینا ترکیب عطفی میں درست نہیں، البتہ ترکیب اضافی اور

ترکیب توصیفی میں یہ درست ہے۔)

اس مغالطے کے مطابق تقطیع یوں ہوگی:

شمع واگل = فاعلاتن = (شم: فا۔۔۔عُ وا: علا۔۔۔گل: تن)

کی کیا جوا = مفاعلن

نی ہے = فعلن

البتہ اگر "جوانی" سے پہلے "بھی" کا اضافہ کردیں تو وزن درست ہونے کے ساتھ ساتھ معنویت میں بھی نکھار آجائے گا۔

"چشم" کی جمع "چشم" ہی ہے یا کچھ اور؟

سوال: (۱۳)

کیا چشم کی جمع بھی چشم ہی ہے؟

جواب:

چشم (آنکھ) فارسی لفظ ہے، اس کی فارسی جمع چشمہا اور چشمان ہے جو کہ فارسی میں مفرد اور مرکب دونوں طرح مستعمل اور اردو میں صرف مرکب مستعمل ہے جیسے چشمہائے گریاں اور چشمانِ زیبا۔

اردو میں اگر اس کی جمع مفرد استعمال کرنی ہو تو آنکھیں یا نظریں لا سکتے ہیں، خود اسی

لفظ (چشم) کو بطور جمع لانا ٹھیک نہیں۔

یہ قاعدہ کہ ایک لفظ کو واحد اور جمع دونوں طرح برتا جا سکے غالبا صرف ان ہندی الفاظ کے ساتھ مخصوص ہے جو مذکر ہوں اور ان کے آخر الف یا "ہ" نہ ہو۔

جیسے: میرے بھائی، میٹھے آم، لمبے کان، کچے گھر، مہنگے بیل وغیرہ۔

وزن کی خاطر کس حرف علت کو گرا سکتے ہیں؟

سوال: (۱۴)

استادِ محترم محمد اسامہ سَرسَرؔی صاحب! کیا وزنِ شعر کی خاطر ہر حرفِ علت کو گرا سکتے ہیں یا اس کا بھی کوئی ضابطہ ہے؟

جواب:

جو حروف علت الفاظ کے بیچ میں ہوتے ہیں انھیں گرانا غلط ہے، سوائے "کوئی"، "آئینہ"، "اور"، "میرا"، "میری"، "میرے"، "تیرا"، "تیری"، "تیرے"، "بوستان"، "ہوشیار" وغیرہ کثیر الاستعمال الفاظ کے، کہ ان میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

آخر میں آنے والے حروف علت میں یہ تفصیل ہے:

وہ حروف علت بلا تردد گرائے جا سکتے ہیں جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے: ایسا ایسے ایسی، کا کی کے کو وغیرہ۔

ان کے علاوہ کو گرانا مناسب نہیں اور جہاں لفظ بہت زیادہ خراب ہو رہا ہو وہاں گرانا غلط ہے جیسے اسماء واعلام۔

کیا "سجا" اور "بجھا" قوافی ہیں؟

سوال: (۱۵)

اسامہ بھائی کیا لفظ "سجا" کا ہم قافیہ "بجھا" ہوسکتا ہے۔؟

جواب:

"سجا" اور "بجھا" میں دو احتمال ہیں، دونوں اعتبار سے جواب الگ الگ ہے:

❶ فعل لازم "سجنا" اور "بجھنا" کا ماضی "سجا" اور "بجھا" ہم قافیہ نہیں، کیونکہ "سجا" میں حرف روی "ج" اور "بجھا" میں "جھ" ہے، روی کا اتحاد نہیں ہو رہا، انھیں صوتی قوافی کہا جاتا ہے جیسے ساتھ کو بات اور ذات وغیرہ کا قافیہ کرنا، ناقدین کے ہاں یہ متروک ہیں۔

❷ فعل متعدی "سجانا" اور "بجھانا" کا امر "سجا" اور "بجھا" ہم قافیہ ہیں، کیونکہ ان میں روی الف ہے۔

وضاحت: افعال اور مصادر میں حرف روی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا امر حاضر معروف کا واحد حاضر کا صیغہ بنایا جائے جو آخری حرف ہوگا وہ حرف روی ہوگا، جیسے: سجنا سے سج، بجھنا سے بجھ، سجانا سے سجا اور بجھانا سے بجھا۔

لفظ "آئینہ" کو کیسے باندھیں؟

سوال: (۱۶)

برادر گرامی اسامہ صاحب! کیا لفظ آئینہ 212 یا 112 کے علاوہ 122 مفعول میں باندھنا درست ہوگا؟

جواب: میری تحقیق کے مطابق "آئینہ" کا اصل وزن مفعولن ہے، اسے مخفف کر کے فاعلن باندھا جاتا ہے، نیز اس کی "نہ" کو ہجائے کوتاہ باندھنا بھی جائز ہے۔

یوں اس کے کل چار وزن حاصل ہوتے ہیں:

❶ مفعولن (اصل)

❷ مفعول (باسقاطِ "ہ")

❸ فاعلن (بحذفِ "ی")

❹ فاعلُ (بحذفِ "ی" و باسقاطِ "ہ")

کیا صوتی قوافی غیر معتبر ہیں؟

سوال: (۱۷)

پرواز، اعراض، استاذ وغیرہ ہم قافیہ ہو سکتے ہیں کسی طرح؟

جواب:

پرواز، اعراض، الفاظ، استاذ وغیرہ کو صوتی قوافی کہا جاتا ہے جو ناقدین کے ہاں متروک اور فی البدیہہ مکالمات میں سب کے ہاں مستعمل ہے، یعنی اگر زبانی کلامی تک بندی ہو رہی ہے تو ان قوافی کو بطور صوتی قوافی برتا جاسکتا ہے، نیز نظم میں بھی کسی قدر گنجائش ہے کہ نظم میں قافیے کی پابندی نہیں ہوتی، البتہ غزلیات میں چونکہ ہر قسم کی باریکی کا خیال رکھا جاتا رہا ہے، اس لیے غزل میں ایسے قوافی لانا حد درجے معیوب سمجھا جائے گا، بلکہ ساتھ اور سات کو بھی غزل میں قافیہ کرنے کی اجازت نہیں، باقی ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے، چاہے تو قوانین کی پاسداری کرے، چاہے نہ کرے۔

شاعری میں نکھار کیسے پیدا ہو؟

سوال: (۱۸)

اسامہ بھائی! مجھے اپنی شاعری میں نکھار پیدا کرنا ہے، آپ کی نظر میں سب سے مشکل بحر کونسی ہے؟

جواب:

میری نظر میں ہر بحر مشکل ہے اگر آمد رک جائے اور اگر آمد ہو تو جس بحر میں بھی ہو وہ دریا اور پھر نہر بن کر دل اور دماغی علاقوں میں اپنا راستہ بنالیتی ہے۔

ویسے غیر مانوس بحروں کو مشکل کہا جاتا ہے، نیز ہر شاعر کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے اس لحاظ سے ہر شاعر کی مرغوب اور مشکل بحر بھی جدا جدا ہوتی ہے۔

میری سب سے پسندیدہ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ہے، جس کے ارکان "مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن" ہیں، کیونکہ مجھے اس میں سب سے زیادہ خوب صورت آہنگ محسوس ہوتا ہے۔

آپ کی شاعری میں نکھار پیدا ہو اس کے لیے کسی مشکل بحر پر مشقِ سخن کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، شاعری میں نکھار لانے کے لیے ابتدائی فنیات سے لے کر مطالعے، مشاہدے اور تجربات کی کثرت و پختگی تک کا سفر کرنا پڑتا ہے، پھر اس سفر میں ہر انسان کی رفتار الگ الگ ہوتی ہے، پھر ایک شاعر کی زندگی کے مختلف حالات کے مدوجزر کے مطابق اس کی اپنی رفتار کا تناسب بھی گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔

وصف اور صفت کا وزن ایک ہے یا الگ الگ؟

سوال:(۱۹)

وصف اور صفت کے وزن کے بارے میں کچھ بتائیے۔

جواب:

"وصف" اور "صفت" عربی زبان کے الفاظ ہیں، مثال واوی ہیں، ان دونوں کے

حروف اصلیہ ایک ہیں، یعنی و ص ف، مگر وزن کے لحاظ سے "وصف" فاع اور "صفت" فعو ہے ،عربی زبان میں مثال واوی کا یہ ضابطہ ہے کہ جو مصدر فعل (بکسر الفاء وسکون العین) ہو اس کے فاء کلمے کو حذف کر کے اس کا کسرہ عین کلمے کو دے دیا جاتا ہے اور آخر میں تانیث کی گول تاء (ۃ) کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جس کی خاطر اس کے ماقبل کو فتحہ دینا پڑتا ہے، جیسے وہب اور ہبۃ، وصل اور صلۃ، وثق اور ثقۃ، وسع اور سعۃ، ان میں سے ہبہ، وصل، صلہ اور ثقہ اردو میں بھی مستعمل ہیں، پھر کبھی اس آخری ۃ کو اردو والے ت سے بھی بدل دیتے ہیں جیسے وصف اور صفت، وجہ اور جہت، یہ دونوں گو الگ الگ معانی میں مستعمل ہیں، مگر مادہ دونوں کا "و ج ہ" ہے۔

خلاصہ یہ کہ لفظ "وصف" فاع ہے اور "صفت" فعو۔

لفظ "تصور" کی جمع کیا ہے؟

سوال: (۲۰)

تصور اسم واحد ہے اس کی جمع کیا ہے؟ "اس نے اپنے تصورات پیش کیے؟" یہ جملہ درست ہے یا غلط؟

جواب:

تصور واحد ہے، عربی زبان میں باب تفعل کا مصدر ہے، عربی میں اس کی جمع کسی

خاص وجہ کے بغیر نہیں لائی جاسکتی، البتہ اردو والوں نے عربی انداز میں تصورات اس کی جمع بنائی ہے۔

"اس نے اپنے تصورات پیش کیے" جملہ درست ہے۔

کلِمہ، سلِمہ جیسے الفاظ کو کیسے باندھا جائے؟

سوال: (۲۱)

کیا لفظ کلمہ کو فعلن باندھ سکتے ہیں؟

جواب:

وہ الفاظ جن میں اصلاً تین متحرک ہیں، مگر اردو بول چال میں انھیں ساکن الاوسط ہی بولا اور پڑھا جاتا ہے، جیسے: کلِمہ ، سلِمہ وغیرہ تو انھیں شعر میں باندھتے وقت شاعر کو دو میں سے کسی ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یا تو اسے درست باندھے گا اور عام قاری کی تحسین نہیں لے پائے گا، یا پھر انھیں قاری کی رعایت میں غلط باندھے گا اور ناقدین کے ہاں غلطی کا مرتکب کہلائے گا۔

میرے پاس ایسے الفاظ کے لیے ایک حل موجود ہے۔

وہ یہ کہ اس طرح کے الفاظ کو شاعر صرف ان افاعیل کے مقابلے میں باندھے جن میں تسکین اوسط کی اجازت ہو، جیسے: مِتفاعلن ، مفاعلتن ، فعِلاتن یا پھر اس جگہ باندھے جہاں

دو ارکان کے اختلاط سے تین متحرک جمع ہو رہے ہوں اور تسکین اوسط روا ہو جیسے: فعْلُن فعولن میں ل فع کے مقابلے میں یوں باندھے: "تو کلمہ پڑھ"، "اے سلمہ! سن" ناقدین اسے فعلن فعولن باندھیں گے، جبکہ عوام اسے فعلن فعلن پڑھے گی، دونوں ہی ٹھیک ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا۔

حرف عطف "وٗ" کو باندھنے کا کیا طریقہ ہے؟

<u>سوال: (۲۲)</u>

حرف عطف "وٗ" کو متحرک باندھنا چاہیے یا ساکن، نیز واو عاطفہ اور لفظ "اور" میں کیا فرق ہے؟

<u>جواب:</u>

حرف عطف "اور" کے لیے عربی اور فارسی میں "وٗ" ہے، مگر عربی واؤ اور فارسی واؤ میں بنیادی فرق یہی ہے کہ عربی واؤ مفتوح ہوتا ہے، کبھی ساکن نہیں ہوتا اور فارسی واؤ ساکن ہوتا ہے کبھی متحرک نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا درج ذیل تین باتیں طے شدہ ہیں:

❶ جب ترکیب عطفی خالص عربی کی ہو تو واؤ بھی مفتوح ہوگا جیسے: "بالرأس والعین"، "اہل السنۃ والجماعۃ"۔

❷ جب ترکیب عطفی میں معطوف یا معطوف علیہ یا دونوں اردو یا ہندی کے ہوں تو

حرف عطف کا "اور" ہونا ضروری ہے، جیسے "عقل اور سمجھ" کو "عقل و سمجھ" کہنا ٹھیک نہیں ہوگا۔

۳ جب ترکیب عطفی میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں فارسی کے ہوں یا ایک فارسی کا اور ایک عربی کا ہو تو حرف عطف کے لیے لفظ "اور" بھی لگا سکتے ہیں اور واو ساکنہ بھی، مگر واو مفتوحہ نہیں لگا سکتے، جیسے "بسر و چشم"، اس میں واؤ کا ساکن ہونا ضروری ہے، اس واؤ کو متحرک باندھنا غلط ہوگا۔ "دارا و سکندر" جیسی مثالوں میں بھی غور کیجیے تو واؤ ساکن ہی ہے۔ اسی طرح "قیس و فرہاد" کو فعل مفعول یا فعلن مفعول ہی باندھا جا سکتا ہے، واؤ کو متحرک کر کے اسے فعل مفاعیل باندھنا غلط ہوگا۔

املے کی کیا حقیقت ہے؟

سوال: (۲۳)

معرکہ، مدرسہ، نقطہ جیسے الفاظ کے آخر میں کن صورتوں میں "ہ" آتی ہے اور کن صورتوں میں "ے"؟

جواب:

اردو میں کچھ حروف "حروفِ عاملہ" کہلاتے ہیں، انھیں "حروفِ مغیرہ" بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱ نے ۲ سے ۳ پر ۴ تک ۵ کو ۶ میں ۷ کا ۸ کی ۹ کے

یہ حروف جب کسی ایسے اسم کے بعد آتے ہیں جس کے آخر میں "ہ" یا الف ہو جیسے معرکہ، اچھا، بچہ وغیرہ تو یہ "ہ" یا الف "ے" سے بدل جاتے ہیں جیسے: بچے نے کہا، لڑکے سے کہو، وعدے پر یقین کرو، اس قبیلے تک بات نہ پہنچے، بکرے کو نہ مارو، اس رشتے میں کیا خرابی ہے؟ اور بیٹے کا نام کیا ہے؟ وغیرہ۔

اس طرح کی تبدیلی کو اصطلاح میں 'امالہ' کہتے ہیں۔

امالے کا تعلق صوتیات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے "ہ" اور الف کے علاوہ ان اسماء میں بھی امالہ کر دیا جاتا ہے جن کے آخر میں ع ہو، جیسے مصرع، برقع، "اس مصرعے میں کوئی عیب نہیں"، "وہ لڑکی ہمیشہ برقعے میں ہوتی ہے۔"

معروف شاعر جوش کا یہ قصہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے مہمان سے پوچھا: "اتنی رات گئے آپ کہاں سے آئے ہیں؟" مہمان نے جواب دیا: "پونا سے آیا ہوں۔" اس نے امالہ کر کے "پونے" نہیں کہا۔ اس کی اس غلطی پر جوش صاحب جوش میں آ گئے اور طنز کرتے ہوئے پوچھنے لگے: "اچھا تو کیا گھوڑا پر آئے ہیں؟"

البتہ زبان کے دیگر اصولوں کی طرح اس میں مستثنیات کے حوالے سے کافی لچک ہے ، کچھ صورتیں ملاحظہ فرمائیے:

اوّلاً: وہ الفاظ جو رشتہ داری بتانے کے لیے ہوتے ہیں جیسے: ابا، چچا، تایا، نانا، دادا، پھوپھا وغیرہ، مگر بیٹا، پوتا، نواسا، بھانجا، بھتیجا میں عام طور پر امالہ کیا جاتا ہے۔

ثانیا: ہندی کے کچھ الفاظ جیسے: داتا، راجہ وغیرہ

ثالثا: فارسی کے کچھ الفاظ جیسے: خدا، آشنا، شناسا،، دانا، بینا وغیرہ۔

رابعا: عربی کے مصادر جیسے: انتہا، ابتدا، ارتقا، استدعا، التوا، استغنا، اخفا، اجرا، اغوا، افشا وغیرہ۔

البتہ رشتے ناتے کے الفاظ میں علاقائی لحاظ سے فرق بھی پایا جاتا ہے، جیسے اہل پنجاب دادے، بابے، نانے وغیرہ استعمال کرلیتے ہیں، میں سمجھتا ہوں اگر ایک اسلوب رائج ہوجائے تو اسے اختیار کرنے میں اتنا ہرج بھی نہیں۔

”زحاف“ کیا ہوتے ہیں؟

<u>سوال: (۲۴)</u>

ذحاف کیا ہوتے ہیں؟

<u>جواب:</u>

درست لفظ ”زحاف“ ہے۔

بحر کے کسی رکن میں تبدیلی کرنا زحاف کہلاتا ہے۔جس رکن میں زحاف ہو اسے مُزاحف کہتے ہیں اور جس بحر میں مزاحف رکن ہو اسے مزاحف بحر کہتے ہیں۔

جیسے فعولن ایک رکن ہے، اگر اس کے آخر سے ل اور ن گرادیں تو یہ فعو ہوجائے گا،

اسی گرانے کو زحاف کا نام دیا گیا ہے۔

فعولن سالم رکن ہے، فعو مزاحف رکن ہے۔

اسی سالم بحر ہے: فعولن فعولن فعولن فعولن

جبکہ مزاحف بحر ہے: فعولن فعولن فعولن فعو

اس زحاف کا نام حذف ہے اور یہ صرف آخری رکن میں لگتا ہے۔

اسی طرح بے شمار زحافات ہیں، ہر ایک کے نام اور شرائط الگ الگ ہیں۔

اگر صرف شاعری کرنی ہے تو زحافات یاد کرنے کی ضرورت نہیں، صرف مستعمل بحروں کے ارکان یاد کر لینا کافی ہے۔

علمِ عروض اور وزنِ شعری میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۲۵)

استاذ جی! علم عروض اور وزن شعری میں کیا فرق ہے۔

جواب:

شعر میں جو وزن ملحوظ ہوتا ہے اسے فارسی ترکیب میں وزنِ شعر یا وزنِ شعری کہتے ہیں، علم عروض وہ علم ہے جس کے اندر مختلف اصطلاحات کی روشنی میں شعر کے وزن پر بات ہوتی ہے، علم عروض اور وزن شعری میں وہی فرق ہے جو علم قافیہ اور قافیہ میں ہے۔

سوال:

حضرت! علم عروض اور شاعری کرنا دو مختلف چیزیں کیسے ہیں؟ اور موزوں کلام کہنے اور شاعری کرنے میں کیا فرق ہے؟

جواب:

جیسے علم تجوید میں مہارت پیدا کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا الگ الگ ہیں۔
شاعری کے لیے بے شک کلام کا موزوں ہونا ضروری ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ جس نے علم عروض بالکل نہ سیکھا ہو وہ طبعِ موزوں ہونے کی بنا پر کلام کو موزوں کر لے۔
نیز شاعری کے لیے جتنا وزن سیکھنا ضروری ہے وہ تو چند اسباق میں سیکھا جا سکتا ہے ، اس کے بعد علم عروض کی پیچیدہ مباحث بھی ہیں جو صرف اہلِ ذوق سیکھتے ہیں، جن کا شاعر کے علم میں ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی کے علم میں ہوں تو اسے فائدہ ضرور ہوگا۔

علم قافیہ اور علم عروض میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۲۶)

علم قافیہ اور علم عروض میں کیا فرق ہے؟ شاید وہی جو صرف ونحو میں ہے؟

جواب:

جی بالکل، آپ کا اندازہ اس لحاظ سے درست ہے کہ علم صرف اور علم نحو بالکل جدا جدا

علوم ہیں،اسی طرح طرح علم قافیہ اور علم عروض بالکل الگ الگ علوم ہیں،البتہ صرف اور نحو میں سے ہر ایک کا تعلق پوری عربی زبان سے ہے،جبکہ قافیہ وعروض میں یہ تناسب نہیں ہے، بلکہ قوافی شعر کے آخر میں یا ردیف سے پہلے آنے والے ہم آواز الفاظ کو کہا جاتا ہے،جبکہ وزن وعروض کا تعلق پورے شعر سے ہوتا ہے،یعنی کسی بھی شعر میں یہ دیکھنا ہو کہ وزن درست ہے یا نہیں تو شعر کے ہر ہر لفظ میں غور کیا جائے گا ، یہ چیز علم عروض سے حاصل ہوتی ہے،جبکہ اگر یہ دیکھنا ہو کہ قافیہ درست ہے یا نہیں تو شعر کے صرف آخری ہم آواز لفظوں کو جانچا جائے گا، یہ چیز علم قافیہ سے حاصل ہوتی ہے۔

غزل اور نظم میں کیا فرق ہے؟

سوال:(۲۷)

استاذ جی! غزل اور نظم میں کیا فرق ہے؟

جواب:

نظم پوری کی پوری معنوی طور پر مربوط ہوتی ہے،جبکہ غزل میں ہر شعر کا الگ اور مکمل مفہوم ہوتا ہے۔

نیز نظم کی دو قسمیں ہیں، آزاد نظم اور پابند نظم ، آزاد نظم میں قافیہ، ردیف اور تعدادِ ارکان کی آزادی ہوتی ہے، پابند نظم دیکھنے میں غزل جیسی ہوتی ہے،مگر معنوی لحاظ سے

جیسا کہ اوپر بتایا، نظم پوری کی پوری معنوی طور پر مربوط ہوتی ہے، جبکہ غزل میں ہر شعر کا الگ اور مکمل مفہوم ہوتا ہے۔

تخلص کی کیا شرائط ہیں؟

سوال: (۲۸)

کیا تخلص رکھنا اور شاعری میں استعمال کرنا ضروری ہے؟

جواب:

تخلص کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، شاعر چاہے تو رکھے، چاہے تو نہ رکھے، پھر اگر شاعر کوئی تخلص اپنے لیے رکھ لے تو اب بھی اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی شعر یا غزل وغیرہ میں اپنے تخلص کو استعمال کرے، اس کی مرضی ہے، چاہے تو استعمال کرے، چاہے تو نہ کرے، پھر چاہے تو نام استعمال کرے اور چاہے تو تخلص استعمال کرے، سب شاعر کی صواب دید پر ہوتا ہے۔

کسی اور کا تخلص رکھنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۹)

اگر ایک تخلص کسی شاعر کا ہے تو دوسرا کوئی شاعر اپنا وہ تخلص رکھ سکتا ہے؟

جواب:

کم از کم میں اپنے لیے تو نہ یہ پسند کروں گا کہ کسی اور شاعر کا تخلص رکھوں اور نہ یہ چاہوں گا کہ کوئی میرا تخلص اپنائے۔

"دوست" میں "س" وزن میں کیوں شمار نہیں ہوتا؟

سوال: (۳۰)

دوست کے جیسے اور کونسے الفاظ ہیں جن میں س کو تقطیع میں شمار نہیں کیا جا سکتا؟ اور یہ بتائیں کہ یہ "س" شمار کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب:

دوست میں "س" تقطیع میں شمار ہوتا ہے، "ت" شمار نہیں ہوتا۔

اور اس کا عروضی ضابطہ یہ ہے کہ جب تین ساکن ایک ساتھ آ جائیں تو تیسرے ساکن کو تقطیع میں شمار نہیں کرتے۔

جیسے دوست، گوشت، ساخت، سوخت، شناخت وغیرہ میں جو آخری حرف ہے وہ تقطیع میں شمار نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں سے ہر لفظ کے آخر میں تین ساکن ہیں۔

سوال: (۳۱)

سر! اہل فارس تو س۔ش کو غیر شمار کہتے ہیں نا؟ لفظ کے تین ساکن میں سے پہلے یا

دوسرے (درمیانی) ساکن کو اڑا دیتے ہیں۔ جیسے فارسی لفظ زیست کو "زیت" یا "زست" گنتے ہیں؟

جواب:

"زیست" میں بھی ی، س، ت تینوں ساکن ہیں، اس لیے اردو شاعری میں اس کی ت وزن میں شمار نہیں ہوگی۔ غالبا یہی ضابطہ فارسی عروض کا بھی ہے۔ س یا ش کو شمار نہ کرنے والی بات میرے علم میں نہیں۔

سوال: (۳۲)

دوست، گوشت، سوخت، شناخت اور ساخت ※ کیا ایک دوسرے کے قوافی بھی ہیں؟ حرف روی ت اور روی جزم کی علامت۔

جواب:

دوست گوشت اور سوخت ہم قافیہ نہیں۔ شناخت اور ساخت ہم قافیہ ہیں۔

سوال: (۳۳)

گوشت، دوست، سوخت ہم قافیہ کیوں نہیں؟ اگر مزید وضاحت فرما دیں تو ممنون ہوں گا۔

جواب:

روی متحد نہ ہونے کی وجہ سے۔

روی نام ہے آخری حرکت سے آخری اصلی حرف تک کے مجموعے کا۔

ان تینوں میں آخری حرکت پیش ہے، جبکہ آخری اصلی حرف ت ہے۔

دوست میں "پیش + واو+س + ت" روی ہے۔ یہ روی گوشت اور سوخت میں نہیں پایا جا رہا، اسی طرح گوشت کے روی میں "ش" ہے جو کہ سوخت میں نہیں ہے۔

<u>سوال: (۳۴)</u>

اس طرح تو شاید پھر گرم، علم، زخم بھی قوافی نہ ہوئے؟ اگر ہم ٹھیک سمجھے۔

<u>جواب:</u>

جی بالکل۔

کیا ایک سے زیادہ مطلعے کہے جا سکتے ہیں؟

<u>سوال: (۳۵)</u>

غزل میں ایک ہی مطلع کہنا ہے؟ اگر دو تین چار بھی، تو ان اشعار کا کوئی خاص نام؟

<u>جواب:</u>

ایک سے زیادہ مطالع بھی کہہ سکتے ہیں، بعض لوگ دوسرے مطلع کو حسنِ مطلع اور تیسرے مطلع کو احسن مطلع کا نام دیتے ہیں، نام جو بھی ہو، ایسا کرنا درست بلکہ اچھا ہے، بشرطیکہ کامیاب مطالع ہوں، کیونکہ مطلع میں ردیف دو بار آتی ہے اور ردیف اگر ایک ہو تو

اسے نبھانا بے حد مشکل ہوتا ہے، تو دوہری ردیف کو نبھانا کتنا مشکل ہوگا، چہ جائے کہ دوہری ردیفوں والے مطالع ایک سے زیادہ ہوں، یہ نہ بچوں کا کھیل ہے، نہ خالہ جی کا گھر۔

بحر معلوم کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

سوال: (۳۶)

کسی بھی غزل کو آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ اب کیا آسان طریقہ ہے کہ آپ اس کے افاعیل یا بحر آسانی سے معلوم کرلیں۔ کیا اس کے لئے تمام افاعیل یا بحریں یاد کرنی ضروری ہیں؟

جواب:

جس بحر میں ہم زیادہ تر غزل، نظم وغیرہ کہتے ہیں اس بحر میں لکھا ہوا کلام فورا موزوں ہوجاتا ہے، جس بحر میں ہم کم کہتے ہیں اس بحر میں کہی گئی غزل کی تقطیع میں کچھ وقت لگتا ہے، جس بحر میں ہم بالکل طبع آزمائی نہیں کرتے اس میں کہے گئے شعر کا وزن سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے اور جس بحر کا ہمیں علم ہی نہ ہو اس میں لکھا موزوں کلام ہماری عقل کے مطابق غیر موزوں ہوتا ہے۔

بھرتی کے شعر سے کیا مراد ہے؟

سوال:(۳۷)

یہ جو آپ اصلاح کے دوران کہتے ہیں کہ یہ شعر بھرتی کا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

وہ شعر جس میں مضمون بھی بہت پرانا اور بار بار کا استعمال شدہ اور بیان کردہ ہو یا بالکل عام سا اور سادہ سا ہو اور اسلوب بھی بالکل عام سا ہو۔

اسلوب سے کیا مراد ہے؟

سوال:(۳۸)

اسلوب سے کیا مراد ہے؟ اچھے، بہتر اور بہترین اسلوب کی کیا کیا نشانیاں یا خوبیاں ہیں۔ وہ کیا خامیاں ہیں جن کی بنا پر ایک اسلوب عام سا اسلوب کہلاتا ہے؟

جواب:

شعر میں بنیادی طور پر دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں:

① کیا بتایا جا رہا ہے؟

② کیسے بتایا جا رہا ہے؟

مضمون، معانی، تشبیہ، استعارہ اور علامت وغیرہ کا تعلق پہلے کے ساتھ ہے، ان کے مجموعے کو ہم "تخیل" کہہ سکتے ہیں، جبکہ بدائع وصنائع، لفظی جمالیات، روانی، برجستگی وغیرہ کا تعلق دوسرے کے ساتھ ہے، ان کے مجموعے کو ہم "اسلوب" کہہ سکتے ہیں۔

اچھے، بہتر اور بہترین کا فیصلہ ذوق سلیم کرتا ہے، اسے کچھ ضابطوں میں پیش کرنا شاید ممکن نہیں۔

قطعہ اور رباعی میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۳۹)

سر! قطعہ اور رباعی میں کے فرق پر کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب:

یہ سوال متعدد بار کیا جا چکا ہے، اس لیے اس کا تفصیلی جواب یہ ہے:

عام طور پر جب کوئی دو شعر ایسے ہوں کہ دونوں مقفی ہوں، دونوں کا مضمون بھی ایک ہو تو عام قاری کے لیے یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ اسے رباعی کہیں یا قطعہ؟ نیز شاعری میں جو خواص کا طبقہ ہے وہ بھی ان دونوں اصطلاحات کے بیچ بعض غلط فہمیوں کا شکار ہے، علاوہ ازیں فنی لحاظ سے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان دونوں کے درمیان جتنے بھی فرق ہیں ان سب کو مثالوں کے ساتھ واضح کیا جائے تا کہ علوم وفنون کے دیگر ابواب کی

طرح یہ باب بھی تشنگی اور سوال کے ہر گوشے کو بند کر سکے۔

"قطعہ" اور "رباعی" میں عنوان، مصرعوں کی تعداد، بحر، قافیہ اور مضمون کے لحاظ سے کئی فرق ہیں۔ بندے کی تحقیق کے مطابق قطعہ اور رباعی میں کل آٹھ فرق ہیں:

① عنوان کے لحاظ سے فرق:

قطعے کا عنوان رکھا جا سکتا ہے اور رکھا جاتا ہے، مگر رباعی کا عنوان نہیں رکھا جاتا۔

جیسے غالب کے اس قطعے کا نام "شریکِ غالب" ہے:

سیہ گلیم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے
جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہو میرا، شریکِ غالبؔ ہے

② تعدادِ مصاریع کے لحاظ سے فرق:

رباعی میں ہمیشہ چار مصرعے ہوتے ہیں، جبکہ قطعے میں کم از کم چار مصرعے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

غالب کا یہ طویل قطعہ ملاحظہ فرمائیے:

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل
زنہار اگر تمھیں ہوسِ نائے و نوش ہے

دیکھو مجھے ، جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو ، جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بہ جلوہ دشمنِ ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ
یہ جنّتِ نگاہ ، وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبح دم جو دیکھیے آ کر تو بزم میں
نے وہ سرور و سوز ، نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

④ قافیہ وردیف کے لحاظ سے فرق:

دوسرے اور چوتھے مصرع کا مقفّٰی ہونا (اور اگر ردیف ہوتو مردَّف بھی ہونا) قطعہ اور رباعی دونوں میں ضروری ہے، مگر پہلے مصرع کا مقفّٰی ہونا (اور اگر ردیف ہوتو مردَّف بھی ہونا) صرف رباعی میں ضروری ہے، قطعے میں نہیں۔

جیسے غالب کے اس قطعے میں پہلا مصرع مقفّٰی ومردّف نہیں ہے:

سرمۂ مفتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا
رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا

④ بحر کے لحاظ سے پہلا فرق:

رباعی دو بحروں (❶ مفعول مفاعیل مفاعیل فعَل ❷ مفعول مفاعلن مفاعیل فعَل) کے ساتھ مخصوص ہے، انھی دو میں تسکینِ اوسط اور آخر میں اضافۂ ساکن سے کل چوبیس اوزان حاصل ہوتے ہیں، ایک رباعی کے چار مصرعوں کو ان میں سے کسی بھی ایک یا چار مصرعوں کے مطابق لکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ قطعہ کے لیے کوئی بحر مخصوص نہیں ہے، قطعہ کسی بھی مانوس بحر میں کہہ سکتے ہیں۔

جیسے کامل کا یہ خوبصورت قطعہ بحرِ رمل میں ہے:

ابر تھا ، بارش تھی ، وقتِ گُل تھا ، تم تھے ، میں نہ تھا
قہقہے تھے ، خندۂ قُلقُل تھا ، تم تھے ، میں نہ تھا
اک طرف آہیں تھیں ، غم تھا ، رنج تھے اور اک طرف
قُمریاں تھیں ، نغمۂ بُلبُل تھا ، تم تھے ، میں نہ تھا

⑤ بحر کے لحاظ سے دوسرا فرق:

پانچواں فرق چوتھے فرق سے ملتا جلتا ہے، مگر باریک سا فرق ہونے کی وجہ سے اسے الگ سے ذکر کیا جارہا ہے اور وہ یہ کہ رباعی کے لیے مذکورہ بالا دو بحروں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے جبکہ قطعے میں یہ دونوں بحریں مستعمل نہیں۔

⑥ بحر کے لحاظ سے تیسرا فرق:

رباعی میں مفعول مفاعیل مفاعیل فعَل اور مفعول مفاعلن مفاعیل فعَل کو جمع کر سکتے ہیں مگر قطعے میں انھیں جمع کرنا رائج نہیں۔

جیسے غالب کے اس رباعی میں یہ دونوں بحریں جمع ہیں:

بعد از اِتمامِ بزمِ عیدِ اطفال
ایّامِ جوانی رہے ساغر کش حال
آ پہنچے ہیں تا سوادِ اقلیم عدم
اے عُمرِ گُذشتہ یک قدم استقبال

اس رباعی میں پہلے، تیسرے اور چوتھے مصرع کی بحر ایک ہے اور دوسرے مصرع کی بحر دوسری ہے۔

انجام کے آغاز کو دیکھا میں نے
ماضی کے ہر انداز کو دیکھا میں نے

کل نام ترا لیا جو بُوئے گُل نے
تا دیر اُس آواز کو دیکھا میں نے

جوش کی اس رباعی میں تیسرے مصرع کی بحر باقی تینوں مصرعوں کی بحر سے جدا ہے۔ قطعے میں ان دو بحروں کا جمع کرنا میری نظر سے نہیں گزرا۔

⑦ قطعہ کسی غزل کا حصہ ہوسکتا ہے، مگر رباعی نہیں ہوسکتی۔

جیسے غالب کی اس غزل میں مقطع سے پہلے والے دوشعر بصورتِ قطعہ ہیں:

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے
صاحب کے ہم نشیں کو کرامات چاہیے
مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے
بھَوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے
عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے
دے داد اے فلک! دلِ حسرت پرست کی
ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے
سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

ق

سر پائے خم پہ چاہیے ہنگامِ بے خودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
یعنی بہ حسبِ گردشِ پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیے
نشو و نما ہے اصل سے غالبؔ فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

شعراء کی عادت ہے کہ وہ جب غزل میں قطعہ بند اشعار پیش کرتے ہیں تو ان کے شروع میں "ق" لکھ دیتے ہیں۔

⑧ مضمون کے لحاظ سے فرق:

قطعے کے اشعار میں بلحاظِ مضمون تسلسل ہوتا ہے، یہی تسلسل رباعی میں بھی ہوتا ہے، مگر رباعی کے چوتھے مصرع کا معنوی لحاظ سے سب سے زیادہ جاندار ہونا ضروری ہے،

یہاں تک کہ رباعی کے ابتدائی تینوں مصرعوں کا معنوی لحاظ سے دارومدار چوتھے مصرع پر ہوتا ہے، یہ قید قطعے میں ملحوظ نہیں ہوتی۔

جیسے صوفی تبسم کا یہ قطعہ ملاحظہ فرمایئے:

کتنی ہنگامہ خُو تمنّائیں
مضمحل ہو کے رہ گئیں دل میں
جیسے طوفاں کی مضطرب موجیں
سو گئی ہوں کنارِ ساحل میں

اب غالب کی اس رباعی میں غور کیجیے:

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اسے سخنورانِ کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل و گر نگویم مشکل

ان دونوں کے چوتھے مصرع کی معنویت میں غور کرنے سے رباعی اور قطعے کا یہ فرق بخوبی واضح ہوجائے گا۔

”مصرع“ کی جمع کیا ہے؟

سوال: (۴۰)

”مصرع“ کی جمع کیا ہے؟

جواب:

مصرع کی اردو جمع مصرے اور مصرعوں ہے، جبکہ عربی جمع مصاریع اور اَمْصِراع۔

اگر موضوع ایک ہی ہو تو وہ ”نظم“ ہوتی ہے یا ”غزل“؟

سوال: (۴۱)

اگر پورا کلام عشق مجازی میں ہو یعنی محبوب کے عشق میں کہا گیا ہو، جیسے عام طور پر ہم کچھ شعراء کا دیکھتے ہیں تو صرف ایک موضوع کے تحت لکھا ہونے کی وجہ سے کیا اسے ”نظم“ کہیں گے؟ کیونکہ غزل کا تو ہر شعر الگ موضوع رکھتا ہے۔

جواب:

اسے غزل ہی کہتے ہیں۔

دیکھیے، پہلی بات تو یہ ہے کہ غزل میں جس طرح موضوع کو ایک رکھنے کی پابندی

نہیں، ویسے ہی یہ پابندی بھی نہیں کہ ہر شعر کا موضوع الگ الگ ہی ہو، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ ایک ہی موضوع پر پوری غزل کہی جائے، مثلاً پوری غزل فراق پر کہی جائے یا پوری غزل میں وصل کی مسرتوں کا اظہار ہو۔

دوسری بات یہ اگر ایک ہی خیال کے مختلف حصے کر کے ان سب کو ایک ہی غزل کے اشعار میں پیش کیا جائے اس طور پر کہ ہر شعر پھر بھی اپنے آپ میں مکمل ہو تو اسے "غزلِ مسلسل" کہتے ہیں۔

"غزل مسلسل" اور "پابند نظم" میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۴۲)

"غزل مسلسل" اور "پابند نظم" کا فرق واضح نہیں ہو رہا۔

جواب:

"غزل مسلسل" اور "پابند نظم" میں یہ فرق ہوتا ہے کہ پابند نظم میں کوئی بھی شعر اپنے آپ میں مکمل نہیں ہوتا اور اگر کسی نے پابند نظم لکھی، مگر اتفاق سے ہر شعر مکمل ہو گیا تو اسے پابند نظم بھی کہہ سکتے ہیں اور غزل بھی، پھر اگر شاعر اسے پابند نظم کے طور پر دیکھ کر اس کا عنوان رکھ لے تب اسے صرف پابند نظم سمجھا جائے گا، کیونکہ غزل کا عنوان نہیں رکھا جاتا۔

کیا ایک قافیہ ایک سے زیادہ بار استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال:(۴۳)

السلام علیکم ایک ہی قافیہ کا غزل میں ایک سے زیادہ بار استعمال خامی ہے یا خوبی؟ یا اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا؟

جواب:

وعلیکم السلام، خوبی تو بالکل نہیں، اگر دیگر خوبیاں اور بالخصوص خیال ومعنویت غالب ہو تو پھر یہ خامی نہیں شمار ہوتی، جیسے جاوید احمد صاحب کی اس غزل میں دو ہی قافیے ہیں، مگر دیگر خوبیوں کی وجہ سے یہ خامی خامی نہ رہی:

ایک ہی بار اس کو دیکھا ہے
وہ تو دستِ فلک کی ریکھا ہے
ایک پل کو زمیں پہ اتری تھی
جس کی قسمت تھی اس نے دیکھا ہے
جیسے بجلی سی کوئی چمکی ہے
جیسے روشن سمے کی ریکھا ہے

زندگانی کے اس خرابے میں
جیسے اک خواب میں نے دیکھا ہے
یہ جو دریا رواں دواں ہے یہاں
میری دھرتی کی ایک ریکھا ہے
لذتِ وصل سے کہیں دلکش
ہجر کی ساعتوں کی ریکھا ہے
بیچ اجالے کے اور اندھیرے کے
شام جیسے ملن کی ریکھا ہے
اس قدر جو سمٹ کے بیٹھی ہے
اس کو میں نے بکھرتے دیکھا ہے
منزلیں اس کے پاؤں کے نیچے
اس کے ہاتھوں میں ایسی ریکھا ہے
یہ جو شیشے میں بال آیا ہے
یہ جدائی کی ایک ریکھا ہے
حیرتِ رفتگاں اٹھائے ہوئے
اپنا حال آئنے میں دیکھا ہے

برق اک مانگ ہے گھٹاؤں میں
زلف کی برہمی کی ریکھا ہے
اب کے جھری جو آئی چہرے پر
وقتِ آخیر کی یہ ریکھا ہے

کیا" ء" کولفظ کے درمیان سے گرا سکتے ہیں؟

سوال:(۴۴)

کیا" ء" کولفظ کے درمیان میں سے بھی گرا سکتے ہیں،جس طرح" پڑھائی" کوفعولن اورفعول دونوں باندھ سکتے ہیں توکیااسی طرح" رائگاں" کوفعلن اور" قائم" کوفاع بھی کر سکتے ہیں؟

جواب:

" ء" کودرمیان سے گرانادرست نہیں۔

" پڑھائی" فعولن ہے، جب اسے فعول باندھتے ہیں تو" ء" کونہیں گراتے، بلکہ آخر کی " ی" کوگرایا جاتا ہےاور یہ بات عروضی قاعدے کے مطابق درست ہے کہ حرف علت اگر لفظ کے آخرمیں ہوتواسے گرا سکتے ہیں،الاّ یہ کہ گرانا بہت برا لگے۔

" رائگاں" فاعلن ہے، اسے فعلن باندھنا درست نہیں، اسی طرح" قائم" کوبھی فاع باندھنادرست نہیں۔

کیا "رہا" اور "اٹھا" کو "مبالغہ" کا قافیہ کر سکتے ہیں؟

سوال: (۴۵)

اگر مطلع میں مبالغہ، مغالطہ قوافی ہوں تو کیا آ گے رہا، اٹھا، ہوا، پڑا آ سکتے ہیں؟ اگر آ سکتے ہیں تو کیا قوافی برے تو نہیں لگیں گے؟

جواب:

آ سکتے ہیں، برے تو نہیں لگیں گے البتہ اچھے بھی نہیں لگیں گے۔

شائگاں قوافی سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۴٦)

شائگاں قوافی سے کیا مراد ہے؟

جواب:

قافیوں میں روی کا لفظاً متحد اور معناً مختلف ہونا ضروری ہے، جیسے عازم اور ناظم میں "م" حرفِ روی ہے اور دونوں م معنی کے لحاظ سے الگ الگ ہیں، اگر معنی کے لحاظ سے بھی ایک ہو جائے تو یہ قافیے کا عیب ہے، جیسے "دکاندار" اور "سمجھدار" میں "دار" متحد المعنی ہے، ایسے قوافی کو "شائگاں" کہا جاتا ہے اور اس غلطی کو "ایطا" کہتے ہیں، بخلاف "غدار" اور "خوددار" کے کہ ان دونوں میں "دار" معنوی لحاظ سے الگ الگ ہیں۔

”خضر“ کا درست وزن کیا ہے؟

سوال:(۴۷)

خضر فاع ہے یا فعو؟ کیوں کہ دونوں طرح سے برتا گیا ہے۔

جواب:

خضر کوض کی حرکت اور سکون دونوں کے ساتھ باندھنا درست ہے۔

غلط قافیوں کی شعر سے مثال دیجیے۔

سوال:(۴۸)

براہ کرم عدم اتحاد روی کی بنیاد پر غلط قرار دیے جانے والے قافیوں کی مثال شعر عنایت فرمائیں۔

جواب:

دل میں شرمندگی نہیں باقی
یعنی تابندگی نہیں باقی

”شرمندگی“ میں حرف روی ”م“ ہے، جبکہ ”تابندگی“ میں حرف روی ”ب“ ہے، لٰہذا قوافی درست نہیں۔

”گیا“ اور ”ملا“ ہم قافیہ کیوں نہیں ہیں؟

سوال: (۴۹)

”گیا“ اور ”ملا“ ہم قافیہ کیوں نہیں ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ملا کے زائد الف کو قائم مقام روی مان لیا جائے؟

جواب:

دونوں میں سے کسی کا بھی الف حرف روی نہیں ہے، اگر مثلاً ”دعا“ اور ”ملا“ ہوتے تو ہم قافیہ ٹھہرتے اور ”ملا“ کے الف کو قائم مقام روی شمار کرلیا جاتا۔

”گیا“ میں ”یا“ وصلی ہے اور ”گ“ حرف روی ہے، جبکہ ”ملا“ میں ل حرف روی ہے۔

تاہم چراغ سخن کے مصنف نے تین حرفی قوافی کو اس صورت میں بھی ہم قافیہ شمار کرنے کی سفارش کی ہے اور ان کی بات میں وزن بھی ہے، کیونکہ تمام ترفنیات سے قطع نظر قافیے میں اصل چیز ہم آوازی ہے، ”گیا“ اور ”ملا“ میں یہ چیز بدرجۂ اتم محسوس ہوتی ہے، سو بندہ ان کی سفارش کو قبول کرنے کی سفارش کرتا ہے۔

شعر یا غزل کہنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۰)

سر! ہمیں پوری غزل یا چند شعر کہنے لیے کیا کرنا چاہیے، نو آموز شاعر کے لیے جو سب

سے سہل طریقہ ہو وہ بتائیے، جس سے مطلب بھی صاف واضح ہو جائے۔

جواب:

پوری غزل کہنے کے لیے کم از کم پانچ سات اشعار کہنے پڑتے ہیں اور چند شعر کہنے کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں۔

سہل طریقہ تو کوئی نہیں، ہر آدمی اپنی طبیعت کے مطابق ہی لکھتا ہے، البتہ نو آموز کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی ماہر سے کچھ عرصے تک اصلاحی سلسلہ ضرور رکھے اور اپنے ہر ہر شعر پر کیے گئے اس کے تبصرے کو بار بار پڑھے اور پھر آئندہ ان کے مطابق اشعار کہنے کی کوشش کرے، ایسے ہی پرانے اور نئے شعراء میں سے جن کے مجموعے دستیاب ہوں انھیں لازمی اپنے مطالعے میں رکھے، سمجھ میں نہ آئے تو شروحات خریدے، اقبال، غالب اور میر کی شروحات مل جاتی ہیں مارکیٹ سے، اسی طرح لفظ، معانی، انسان، کائنات اور خالق میں انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے غور کرتے رہنا چاہیے، مطالعہ اور مشاہدہ اسی کا نام ہے اور اس پورے عمل کا نام "ریاضت" ہے۔

تمثیلی مشاعرہ کسے کہتے ہیں؟

سوال: (۵۱)

سر! تمثیلی مشاعرہ کونسا ہوتا ہے؟

جواب:

کسی اسکول یا ادارے کے بچے شعراء کا حلیہ بنا کر جو مشاعرہ کرتے ہیں، اسے "تمثیلی مشاعرہ" کہتے ہیں۔

توارد کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۲)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مختلف شعرا کی شاعری پڑھنے کی ہمیں تلقین بھی کی جاتی ہے لیکن ایسا کرنے سے ہوتا یہ ہے کہ اکثر لکھتے وقت کوئی ایسا مصرع ذہن میں آتا ہے جو کسی اور شاعر کا ہوتا ہے اور ہم تحقیق بھی نہیں کر پاتے کہ آخر یہ کسی کا ہے یا اپنا تو ایسی صورت حال سے بچنا کیسے ممکن ہے۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر حافظہ اچھا ہو تو ایسا نہیں ہوتا، لیکن اگر کبھی بے خیالی میں ایسا ہو جائے تو جب پتا چل جائے کہ یہ مصرع کسی بڑے شاعر نے پہلے سے کہہ رکھا ہے تو دستبردار ہو جانا بہتر ہے۔

”مشکور“ درست ہے یا ”شاکر“؟

سوال:(۵۳)

اسامہ بھائی! درست لفظ کیا ہے؟ مشکور یا شاکر؟ اس بہت سا اختلاف دیکھنے کو ملا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشکور وہ ہوتا ہے جس کا شکریہ ادا کیا جائے، جبکہ شکریہ ادا کرنے والے کو شاکر کہتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگ ممنون کو بھی غلط کہتے ہیں۔

جواب:

بعض لوگوں نے یہ کہہ کر ”مشکور“ اور ”ممنون“ کو رد کر دیا ہے کہ یہ اسم مفعول کے صیغے ہیں، لٰہذا انھیں اسم فاعل کے معنی میں لینا ٹھیک نہیں، کیونکہ عربی قاعدے کی رو سے مفعول کا وزن اسم مفعول کے لیے آتا ہے، لٰہذا شکرگزار کے لیے ”شاکر“ درست ہے نہ کہ ”مشکور“۔

دراصل ان احباب نے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے کہ اردو ایک مکمل زبان ہے جو دخیل الفاظ میں اصل زبانوں کے قواعد کی مکمل طور پر پابند نہیں ہے۔

کسی بھی لفظ کی درستی کی سب سے بڑی دلیل اس کا استعمال ہے، ”مشکور“ اور ”ممنون“ اردو میں اس کثرت سے برتے جا چکے ہیں اور برتے جا رہے ہیں کہ اب انھیں غلط کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تنقید کرنے والوں کو لفظ ”تنقید“ ہی سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ عربی زبان میں اس

معنی کے لیے "نقد" کا لفظ ہے، جبکہ اردو والوں نے "نقد" کے بجائے "تنقید" کہنا شروع کر دیا ہے۔

پھر "ممنون" میرے نزدیک بالکل درست لفظ ہے، عربی زبان سے اردو میں آیا اور اپنے اصل معنی ہی میں آیا ہے کہ مَنَّ یَمُنُّ کا ایک مطلب ہے احسان کرنا، جس کے ساتھ احسان کیا جائے وہ عربی قاعدے کی رو سے "ممنون" ہی کہلائے گا۔

اب آتے ہیں "مشکور" کی طرف۔

اردو زبان میں "مشکور" بمعنی شکرگزار درست ہے، جبکہ اسم مفعول کے معنی میں درست نہیں۔

لہٰذا شکریہ ادا کرنے والا اگر "میں آپ کا مشکور ہوں" کہتا ہے تو درست ہے اور اگر "آپ میرے مشکور ہیں۔" کہتا ہے تو غلط ہے۔

اسی طرح

"میں آپ کا مشکور ہوں" فصیح جملہ ہے، جبکہ "میں آپ کا شاکر ہوں" غیر فصیح ہے۔

مولانا شبلی کا شعر ہے:

آپ کے لطف و کرم سے مجھے انکار نہیں
حلقہ در گوش ہوں، ممنون ہوں، مشکور ہوں میں

حتی کہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے: "جب مشکور مدتوں سے احسان مند کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے اور متکلم اور سامع دونوں کا ذہن اسی معنی کی طرف جاتا ہے تو اب قاموس اور صراح سے فتویٰ لے کر ان الفاظ کو اردو سے خارج کرنے میں کیا مصلحت ہے؟"

لہٰذا جن لغات یا اساتذہ کے ہاں "مشکور" پر رد کیا گیا ہے وہ محض عربی کے قاعدے کو سامنے رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

البتہ "مشکور" اگرچہ فصیح ہے، مگر چونکہ یہ پہلے کثرت سے استعمال ہوا، پھر شدید اختلاف کا شکار ہو گیا، اس لیے اس کے مقابلے میں "شکرگزار" افصح یعنی زیادہ فصیح ہے۔

"مشکور" بمعنی شکرگزار غلط العام ہے، نہ کہ غلط العوام، غلط العام فصیح ہوتا ہے، غلط العام اس لفظ کو کہتے ہیں جو بظاہر قاعدے یا اصل کے خلاف ہو، مگر عوام اور خواص میں یکساں مقبول ہو گیا ہو۔

اگر صرف قواعد کا لحاظ کیا جائے تو ہمیں قلفی، تبدیلی اور راشی جیسے بے شمار مستعمل الفاظ سے ہاتھ دھونا پڑے گا، حتی کہ خود "غلط العام" بھی عربی قاعدے کی رو سے "المحرم الحرام" کی طرح "الغلط العام" ہونا چاہیے تھا، مگر اردو میں "غلط العام" ہی مستعمل اور فصیح ہے، کیونکہ اب یہ غلط العام ہے۔

”آنکھیں“ میں سات حروف ہے، پھر بھی یہ فعلن کیوں ہے؟

سوال:(۵۴)

السلام علیکم سر! ”آنکھیں“فعلن کس طرح ہے کہ فعلن میں تو چار حروف ہیں، جبکہ ”آنکھیں“ میں سات حروف ہیں، نیز کیا ”آنکھیں“ کو فاع باندھ سکتے ہیں؟

جواب:

وعلیکم السلام۔”آنکھیں“ کا وزن فعلن ہے، کیونکہ ”آ “فع ہے، دونوں نون غنہ کالعدم ہیں، اور ”کھے“ بھی فع ہے، کیونکہ یہ ”کے“ کی طرح ہے، اس لیے کہ دوچشمی ہاء کو بھی اردو شاعری میں وزن میں شمار نہیں کیا جاتا، بالفاظ دیگر ”کھ“ پورا ایک حرف ہے،لہٰذا ”آنکھیں“ کو فعلن ہی باندھنا ہے، البتہ بہت مجبوری میں اسے فاع باندھنے کی بھی گنجائش ہے، اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس کے آخر سے یاء کو بھی حذف کردیا گیا ہے۔

مشکل ردیف کیا ہوتی ہے؟

سوال:(۵۵)

السلام علیکم! مشکل ردیف کے متعلق کچھ راہنمائی فرمادیں کہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ردیف مشکل ہے اور یہ ردیف آسان ہے؟

جواب:

وعلیکم السلام! ردیف کا مشکل ہونا یہ نہیں ہے کہ الفاظ مشکل ہوں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی ردیف منتخب کی جائے جسے متعلقہ زمین کے قافیہ (اور بحر) کے ساتھ نبھانا بہت مشکل ہو رہا ہو۔

ایسا عموماً تب ہوتا ہے جب ردیف کے اندر ایسے الفاظ رکھے جائیں جو مفہوم کو بہت محدود کر رہے ہوں، جیسے "مسلسل ہر جگہ" کو اگر ردیف بنایا جائے تو شعر میں صرف وہی باتیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں تسلسل بھی ہو اور جن کا تعلق ہر جگہ سے بھی ہو، یا پھر ایسے الفاظ کو ردیف بنایا جائے جن کا محل کلام کا شروع یا وسط ہو جیسے "اور تو اور" کو اگر ہم ردیف کے طور پر برتیں تو ایسا ہر مصرع کہنا ہمارے لیے مشکل ہے جس کا اختتام "اور تو اور" پر ہو رہا ہو، کیونکہ "اور تو اور" عموماً جملے کے شروع یا بیچ میں آتا ہے۔

گرہ اور طرح میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۵۶)

گرہ اور طرح میں کیا فرق ہے؟

جواب:

کسی شاعر کا مصرع لے کر اس کے ساتھ اپنا مصرع جوڑنے کو "گرہ لگانا" کہتے ہیں،

جبکہ "طرحی مصرع" وہ ہوتا ہے جس کی زمین کے مطابق اپنے اشعار کہے جائیں، پھر جس شعر میں ہم "طرحی مصرع" رکھ لیں وہ "گرہ" کہلائے گی اور پوری غزل "طرحی غزل" کہلائے گی۔

"گرہ" اور "گرہیں" کا تلفظ کیا ہے؟

سوال: (۵۷)

"گرہ" اور "گرہیں" میں "ر" متحرک ہے یا ساکن ہے؟

جواب:

"گرہ" میں "ر" پر زبر ہے، جبکہ "گرہیں" میں "ر" ساکن ہے، جیسے "غزل" میں "ز" متحرک ہے، مگر "غزلیں" میں "ز" ساکن ہوگئی، اسی طرح نبی اور نبیوں، ولی اور ولیوں، قدم اور قدموں۔

زمین سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۵۸)

استاذ جی! زمین سے کیا مراد ہوتا ہے؟

جواب:

کسی شعر کی زمین اس کی تین چیزوں کے مجموعے کو کہتے ہیں: بحر + قافیہ + ردیف

جیسے یہ شعر ہے:

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

اس کی زمین یہ ہے:

①فاعلاتن مفاعلن فعلن

②براور نظر کے قوافی

③ردیف "نہیں آتی"

کیا ایک غزل یا نظم ایک سے زیادہ بحروں میں کہہ سکتے ہیں؟

سوال:(۵۹)

ایک غزل یا نظم میں تمام اشعار ایک ہی بحر میں کہنا لازم ہوتا ہے یا مختلف بحروں میں کہے جاسکتے ہیں۔

جواب:

غزل اور قطعہ کے تمام اشعار میں ایک ہی بحر رکھنا ضروری ہے۔

نظم میں البتہ گنجائش ہے کہ پابند نظم میں تو ہم مختلف بحروں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر سکتے ہیں اور آزاد نظم میں تو ارکان کی تعداد کی پابندی بھی نہیں رہتی۔

رباعی کے لیے البتہ چوبیس اوزان ایسے مخصوص ہیں کہ رباعی کے چار مصرعوں میں ان میں سے کوئی بھی چار وزن جمع کر سکتے ہیں، جبکہ ان چوبیس کے سوا کسی اور وزن میں رباعی کہنا درست نہیں۔

کیا "جاتے" کی طرح "چاہتے" کو بھی فعلن باندھ سکتے ہیں؟

سوال: (۶۰)

کیا "جاتے" کی طرح "چاہتے" کو بھی فعلن باندھ سکتے ہیں؟

جواب:

نہیں، "چاہتے" کو صرف فاعلن باندھ سکتے ہیں اور بوقتِ اشد ضرورت آخر کی "ے" گرا کر اسے ۱۱۲ بھی باندھ سکتے ہیں۔

ریاضتِ شعری کی چند جھلکیاں

ناچیز نے بیشتر شعراء کو ایک ایک خیال بیسیوں انداز میں باندھتے دیکھا ہے، اساتذہ سے سنا ہے کہ اسی کو "ریاضت" کہتے ہیں۔

ریاضت پر مبنی اپنے دو تجربے (ایک شعر اور ایک قطعہ) پیش کرتا ہوں۔

ایک شعر کی ریاضت:

ایک دن بندے نے بوقت تہجد ایک شعر کہا جو کچھ یوں تھا:

میں آج ٹوٹ کے رویا ہوں خون کے آنسو
فقیہ سنتے ہی بولے ، نماز ٹوٹ گئی

یہ شعر بحر مجتث مخبون محذوف میں ہے، جس کے ارکان یہ ہیں:

مفاعلن فعِلاتن مفاعلن فعلن

مشقِ سخن کر لینے کے بعد وزن وغیرہ کے مسائل اب پہلی ہی بار میں الحمدللہ قابو میں رہتے ہیں، مگر بندش اور عمدگی کی خاطر شعر کا جب جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ اسلوب عامیانہ ہے، خصوصاً پہلا مصرع بہت عام سا لگ رہا ہے۔

چنانچہ اسے بدل کر یوں کر دیا:

مرے جنوں کا تقاضا تھا اشکِ خون آمیز
فقیہ سنتے ہی بولے ، نماز ٹوٹ گئی

غور فرمائیے، پہلا مصرع کہاں سے کہاں چلا گیا کہ افعال و تراکیب ہندی سے نکل کر فارسی میں تبدیل ہونے کے علاوہ مفہوم ایک خاص زمانے (آج) کے بجائے عمومیت کا حامل ہو گیا۔

مگر پھر محسوس ہوا کہ دونوں مصرعوں میں قدرے اجنبیت سی پیدا ہو گئی ہے، نیز" سنتے ہی بولے" بھی شاعرانہ مزاج کو اچھا نہیں لگ رہا تھا، چنانچہ اس کمی کو دور کرنے کے لیے شعر یوں کر دیا:

مرے جنوں کا تقاضا تھا اشکِ خون آمیز
مرے فقیہ کا فتویٰ نماز ٹوٹ گئی

اب دیکھیے، شعر کتنا خوب صورت ہو گیا ہے کہ الفاظ کی باہمی مناسبت بھی خوب تر ہو گئی، جنون اور فقہ، اشکِ خون آمیز کی ترکیب، نماز کا ٹوٹنا اور تقاضا۔ نیز دونوں مصرعے ایک اسلوب کے حامل بھی ہو گئے۔

مگر پھر بھی مجھے کچھ کھٹکتا رہا، دیر تک غور کرتے رہنے کے بعد محسوس ہوا کہ نماز ٹوٹ گئی

کی خالص ہندی ترکیب اس شعر کے شایانِ شان نہیں، لہٰذا اسے بھی بدلا اور شعر یوں کر دیا:

مرے جنوں کا تقاضا تھا اشکِ خون آمیز

مرے فقیہ کا فتویٰ ، نماز جاتی رہی

اب میں بخوشی اسے اپنا "شعر" کہہ سکتا ہوں، حالانکہ ساری تبدیلیاں بعد کی تھیں، جو شعر بالکل شروع میں ذہن میں آیا تھا (جسے شعراء اترنا کہتے ہیں) وہ یہ تھا:

میں آج ٹوٹ کے رویا ہوں خون کے آنسو

فقیہ سنتے ہی بولے ، نماز ٹوٹ گئی

بات یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ یہ مانے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اصلاح اور بہتری کی گنجائش انسانی کلام میں ہر وقت موجود ہوتی ہے، چنانچہ جو شعر میں نے اپنے طور پر مکمل کر لیا تھا، اس میں میرے قابل دوست محترم رؤف ساحر صاحب کے بقول "فقیہ" کے ساتھ "مرے" کا ٹکڑا مناسب نہیں لگ رہا۔ پھر محترم آصف مقبول صاحب نے "مرے" کو "ترے" سے بدلنے کا مشورہ دے کر شعر کو چار چاند لگا دیے، چنانچہ اب شعر اپنی حتمی شکل میں کچھ یوں ہے:

مرے جنوں کا تقاضا تھا اشکِ خون آمیز

ترے فقیہ کا فتویٰ ، نماز جاتی رہی

ایک قطعے کی ریاضت:

مکتب علوم شریعت میں ہمارے ایک ساتھی ہیں، محترم مصعب شاہین صاحب، ماشاءاللہ اب بہت اچھی شاعری کرنے لگے ہیں، ان کے ابتدائی دنوں کا ایک واقعہ انھوں نے لکھا تھا، جسے افادۂ عام کی خاطر من وعن یہاں پیش کر دیتا ہوں۔

وہ لکھتے ہیں:

آج معلوم ہوا کہ "ریاضت" کسے کہتے ہیں، آیئے دیکھتے ہیں۔

ابھی استاد محترم مولانا محمد اسامہ سَرسَری صاحب کے دیے گئے مصرع "قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند" پر ایک قطعہ لکھا، قطعہ یہ تھا:

عرفہ عطا کیا ہے ہمیں اور یومِ نحر
اور قبل یومِ نحر سے ہم کو دیا ہے قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
سو صدقہ جان، مال کا تو خوب دے بشر

یہ قطعہ پیش کرنے کے بعد ہم خوش ہو گئے کہ ہم نے بھی قطعہ لکھ دیا، مگر استاد محترم نے جب پوچھا کہ "قر" کیا ہے؟ تو ہم ٹھٹکے کہ کچھ غلط کر دیا ہے، پتا چلا کہ یوم القر تو یوم النحر کے بعد آتا ہے اور ہم نے پہلے کہہ دیا، لہٰذا اپنی طرف سے کچھ درستی کرنے کا سوچا، مگر اس سے

پہلے ہی استادِ محترم نے اصلاح کر دی:

انعام رب کے ہیں عَرَفہ اور نحر بھی
اور بعد یومِ نحر کے بخشا ہے یومِ قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو مال وجان کا صدقہ نکالا کر

میں نے انھیں اپنی تصحیح دکھائی جو کہ یہ تھی:

ذی الحج میں رب نے دے دیے ایام نحر بھی
عرفہ عطا کیا ہے ہمیں اور یومِ قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
سو صدقہ جان، مال کا تو خوب دے بشر

استادِ محترم نے مزید اصلاح کر کے قطعہ کچھ یوں کر دیا:

ذی الحج میں رب نے دے دیے ایامِ نحر بھی
بخشے ہیں خاص کر عَرَفہ ، نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو مال وجان کا صدقہ نکالا کر

پھر استادِ محترم نے مزید حوصلہ بڑھایا:

"آپ نے ماشاءاللہ بہت عمدہ خیال پیش کیا ہے۔"

میں نے عرض کیا:

"سر! بہت شکریہ۔"

پھر میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا:

"سر! آپ کے پیش کردہ قطعے میں مجھ سے دونوں جگہ عرفہ کے بعد والا حصہ نہیں پڑھا جا رہا۔"

استاد محترم نے فرمایا:

"عرفہ میں "ع" اور "ر" دونوں کو مفتوح پڑھیے اور "فہ" کو کھینچیے۔"

میں نے عرض کیا:

"یہ تو ٹھیک ہے سر! مگر "اور" کی ادائیگی کھٹک رہی ہے!"

استاد محترم نے فرمایا:

"لفظ "اور" کا اصل وزن فاع ہے۔ تقطیع دیکھیے:

بخشے ہیں: مفعول

خاص کرع: فاعلات

رفہ نح ر: مفاعیل

اور قر: فاعلن"

میں نے عرض کیا:

”جی، اب سمجھ میں آ گیا۔

بہت بہت شکریہ، آپ کو اتنا سر کھپانا پڑا میری لاعلمی کی وجہ سے۔“

استاد محترم نے فرمایا:

”مگر پہلا مصرع ابھی اطمینان بخش نہیں ہے۔ اس پر مزید غور کرتے ہیں!“

میں نے عرض کیا:

”جی بہتر۔“

پھر میں نے اپنے تئیں درست کر کے پیش کیا:

ذی الحج میں دے رہا ہے خدا ہم کو درسِ صبر

مگر استاد محترم نے قطعہ مزید بہتر کر کے پیش کیا:

ذی الحج ہے خوب ، نحر کے ایام خوب تر
بخشے ہیں خاص کر عَرَفہ ، نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال کا صدقہ نکالا کر

میں نے عرض کیا:

”کیا بات ہے!“

اب میں سمجھا کہ قطعہ فائنل ہو گیا، مگر یہ کیا، تھوڑی دیر بعد استادِ محترم نے فرمایا:

"مگر اب دوسرا مصرع غلط ہو گیا۔"

پھر کچھ سوچنے کے بعد انھوں نے پوچھا؟

"کس نے بخشے ہیں؟"

میں نے جھجکتے جھجکتے عرض کیا:

"بخشے خدا نے

بخشے خدا نے خاص ہیں

خاص ہمیں۔"

مگر پھر تو کمال ہی ہو گیا، کیونکہ استادِ محترم نے قطعے کو چار چاند لگا کر کچھ یوں پیش کیا:

ذی الحج ہے خوب ، نحر کے ایام خوب تر
اور ان دنوں میں خوب تریں نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال کا صدقہ نکالا کر

میں نے عرض کیا:

"یہ تو کمال ہو گیا جی!"

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بار پھر میرا اطمینان رفو چکر ہو گیا، کیونکہ استادِ محترم

مسکرا کر فرما رہے تھے:

"اب ایک کمی اور محسوس ہو رہی ہے۔"

میں نے تجسس کے ساتھ استفسار کیا:

"وہ کیا بھلا؟"

استاد محترم نے فرمایا:

"پہلے مصرع میں نحر کے ایام کے بجائے لیال عشر ہونا چاہیے۔"

میں نے عرض کیا:

"جی، یہ خیال آیا تھا، مگر افسوس کہ شروع میں ہی اس خیال کو ترک کر دیا تھا۔"

پھر کچھ دیر کا وقفہ آیا اور استاد محترم نے ایک نیا سرپرائز پیش کیا:

ذی الحج ہے خوب، عشرۂ اول ہے خوب تر
اور ان دنوں میں خوب تریں نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال کا صدقہ نکالا کر

اس قطعے کو دیکھ کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، مگر پھر اسے ٹھکانا استاد محترم نے یہ کہہ کر عطا فرمایا:

"مگر ایک کمی اب بھی ہے۔"

میں نے حیرت ظاہر کی:

”ہیں......؟“

استاد محترم نے فرمایا:

”اب ”ان دنوں“ کا محلِ جواز کمزور ہو گیا ہے۔“

میں نے عرض کیا:

”سر! آپ کے لیول پر ہوا ہو گا، میرے لیول پر نہیں۔“

پھر تھوڑے ہی وقفے کے بعد حسبِ دستور استاد محترم نے یہ آخری کمی بھی دور کر دی:

ذی الحج ہے خوب ، عشرۂ اول ہے خوب تر
ان دس دنوں میں خوب تریں نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال کا صدقہ نکالا کر

مجھے قطعے کی خوبصورتی دیکھ دیکھ کر خود پر رشک اور استاد محترم پر ناز ہونے لگا۔ مگر اس رشک اور ناز کو بھی دوام نہ مل سکا، کیونکہ ایک بار پھر استاد محترم نے منہ بنا کر فرمایا:

”اب ایک بہت بڑی خامی آ گئی۔“

میں نے عرض کیا:

”ہیں...... بہت بڑی......!!“

استاد محترم نے فرمایا:

"نحر تو دس دنوں میں ہے، مگر قر گیارھواں دن ہے۔"

میں نے عرض کیا:

"اوہ...... واقعی...... کیا سوچتے ہیں آپ! آفرین!!"

اور آفرین کے مستحق استاد محترم نے یہ کمال بھی کر دکھایا:

ذی الحج ہے خوب ، حصہ اول ہے خوب تر
سارے دنوں میں خوب تریں نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال کا صدقہ نکالا کر

میں نے لمبی سانس لے کر عرض کیا:

"یقیناً اب یہ قطعہ مکمل درست ہے۔"

استاد محترم نے فرمایا:

"نہیں، کیونکہ "صدقہ" اور "نکالا" دونوں لفظ ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

میں نے عرض کیا:

"کیوں سر! الف گر نہیں سکتا کیا؟"

استاد محترم نے فرمایا:

”گرا تو سکتے ہیں، مگر اچھا نہیں لگ رہا، نیز لفظ ”خدا“ بھی اب قطعے میں اپنا جواز نہیں رکھتا، مگر یہ بات شاید آپ کو ہضم نہ ہو۔“

میں نے ہنستے ہوئے لکھا:

”اگر آپ کو ہضم نہیں تو مجھے بھی نہیں۔“

تھوڑے وقفے کے بعد استاد محترم نے شاید آخری سرپرائز دیا:

ذی الحج ہے خوب ، حصہ اول ہے خوب تر
سارے دنوں میں خوب تریں نحر اور قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال اسی پر نثار کر

میں نے عرض کیا:

”یہ چیز !!اب مکمل ہے؟؟؟“

مگر ابھی عشق کے امتحاں اور بھی باقی تھے، استاد محترم نے فرمایا:

”اب ایک کمی ہے۔“

میں نے ڈھیلا پڑتے ہوئے عرض کیا:

”اور وہ کیا؟“

استاد محترم نے فرمایا:

"لفظ" قر" مجھے ہضم نہیں ہو رہا، اسے یوم کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔"

میں نے عرض کیا:

"سر! میں تو اس وقت بیٹھا صرف مسکرا رہا ہوں۔"

استادِ محترم نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا:

ذی الحج ہے خوب ، حصہ اول ہے خوب تر
سارے دنوں میں خوب تریں یومِ نحر و قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال اسی پر نثار کر

اور پھر خود ہی فرمانے لگے:

"اور حسبِ دستور اب پھر ایک کمی ہے۔"

میں نے آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا:

"سر! میں رونا شروع کر دوں گا اب۔"

استادِ محترم نے میری بات کو یکسر نظر انداز کر کے فرمایا:

"مصرع ثانی کا بیانیہ کمزور ہے، ایک عدد "ہیں" ہونا چاہیے۔"

میں نے دل میں سوچا: "یہ "ہیں!" ہی تو رہ گیا ہے میرے کرنے کو۔"

پھر ایک اور کمالیہ پہاڑ سر کیا گیا، استادِ محترم نے قطعہ بدل کر اس طرح پیش کیا:

ذی الحج ہے خوب ، حصہٴ اول ہے خوب تر
ہیں سب دنوں میں خوب تریں یومِ نحر و قر
قربانیاں خدا کو ہیں اس ماہ میں پسند
مصعب! تو جان و مال اسی پر نثار کر

میں نے دل میں کہا:

”آپ کیا چیز ہیں!“

اب بالآخر استاد محترم نے خود نے فرمایا:

”مزید کمیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے حتمی قرار دیتا ہوں، کیونکہ دیگر مصروفیات متاثر ہو رہی ہیں۔“

میں نے چھیڑنے کے لیے عرض کیا:

”لیکن سر! لفظ ”خدا“ کے جواز کا کیا بنے گا؟“

استاد محترم نے فرمایا:

”لفظ ”اسی پر“ سے جواز پیدا کیا نا۔“

میں نے عرض کیا:

”جی سر!
یعنی یہ حتمی ہے اب؟“

استاد محترم نے فرمایا:

"جی بالکل۔ بس اسی کو ریاضت کہتے ہیں۔"

میں نے عرض کیا:

"بے شک!، آج ریاضت کی اصل معلوم ہوئی۔"

آپ ہنسیے نہیں، ایک نہ ایک دن آپ کی بھی باری آئے گی، پھر پتا چلے گا کہ میں آج کتنا ہنسا اور کس قدر رویا ہوں۔"

مشہور نظموں اور غزلوں کے اوزان

اردو زبان میں لکھی جانے والی بے شمار نعتیں، نظمیں اور غزلیں خوش الحانی سے پڑھی گئی ہیں، متعدد نعت خوانوں نے ان منظومات کو مختلف طرزوں میں پیش کیا ہے، آسانی کے لیے بندے نے اپنی رسائی کے مطابق بیشتر مشہور نظموں اور غزلوں کو ان کے مخصوص اوزان کے تحت جمع کیا ہے جس کے تین فائدے ہیں:

پہلا فائدہ:

شعراء اور نعت خوانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ وزن اور طرز الگ الگ چیزیں ہیں۔

دوسرا فائدہ:

مختلف طرزوں میں پڑھی گئی نعتوں اور نظموں کا مشترک وزن سامنے آ جائے، تاکہ انھیں ایک دوسرے کے طرز پر حسبِ موقع پڑھا جا سکے۔

تیسرا فائدہ:

شاعر اپنی کاوش کے بارے میں نعت خوانوں کو یہ بتا سکے کہ یہ کس طرز میں ہے۔

بحر کے نام حروف تہجی کی ترتیب پر ہیں، ہر بحر کا نام اور ارکان لکھنے کے بعد اس کے مطابق جو نظمیں اور نعتیں ہیں ان کا پہلا مصرع یا شعر یا نظم کا نام پیش کیا گیا ہے، کسی بھی نعت یا نظم کی آواز سننی ہو تو نظم کا نام، مصرع یا شعر رومن میں لکھ کر گوگل پر سرچ کر سکتے ہیں۔

بعض نظموں اور نعتوں میں فنی خامیاں بھی ہیں، جنھیں یہاں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

بحر جمیل مثمن سالم:

(مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن)

☆ اتر کے عرشِ بریں سے جس دم زمیں پہ اعلیٰ مقام آیا

☆ ازل کی خوشبو ہو جس میں پنہاں کوئی بتائے تو نام ایسا

☆ الٰہی! محبوبِ کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے

☆ ربیعِ اول، بہارِ اول، جہاں پہ آئے تھے آ قا مدنی

☆ کتابِ عظمت کے ہر صفحے پر خدا نے ان کا ہے نام لکھا

☆ مرا پیمبر عظیم تر ہے

☆ نبی کی سنت سے

بحر خفیف مسدس مخبون محذوف:

(فاعلاتن مفاعلن فعلن)

☆ اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا

☆ اے جہاں آفریں خدائے کریم

☆ اے مدینے کے تاج دار! تجھے، اہل ایماں سلام کہتے ہیں

☆ درد منت کشِ دوا نہ ہوا

☆ دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟

☆ کوئی امید بر نہیں آتی

☆ میرے سنگِ مزار پر فرہاد

☆ ہستی اپنی حباب کی سی ہے

بحر رجز مثمن سالم:

(مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن)

☆ اے ختمِ خیرِ انبیاء خیر البشر خیر الوریٰ

☆ دل دل پاکستان، جان جان پاکستان

☆ دل لذتِ ذکرِ الٰہی سے اگر محروم ہے

☆ ہو آدمی اے چرخ ترکِ گردشِ ایّام کر

بحر رجز مثمن مطوی مخبون:

(مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن)

☆ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں؟

☆ غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا، کہ یُوں

بحرِ رمل مثمن سالم:

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن)

☆ آؤ لوگو! مصطفیٰ کے پیار کی باتیں کریں

☆ اپنی بدحالی سے یہ کہتے بھی شرماتے ہیں ہم

☆ اللہ اللہ ہر زباں پر گونج کیسی ہے بقا

☆ پُر فضا ہے دل کا منظر سبز گنبد دیکھ کر

☆ پیکرِ صدق وصفا، عجز ورضا امن ووفا

☆ تو ہے داتا، تو ہے آقا، تو مرا پروردگار

☆ دیوانِ علی سے حلیۂ مبارکہ

☆ عالمِ مے نوشیِ عشاق بھی کیا خوب ہے

☆ عید میلاد النبی ہے، دل بڑا مسرور ہے

☆ کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

☆ کون ہے جو عظمتِ اسلام سے واقف نہیں

☆ میرے مالک! میرے آقا! اے مرے پروردگار!

☆ وادیِ یثرب اچانک نور میں نہلا گئی

☆ نور والا آیا ہے

☆ یا الٰہی تیرا مجرم تیرے در پر آ گیا

☆ یا خدا! میری زباں پر مصطفٰی کا نام ہو

☆ یا رسول اللہ! ترے در کی فضاؤں کو سلام

بحر رمل مثمن مخبون محذوف:

(فاعلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعِلن)

☆ آہ کو چاہیے اِک عُمر اثر ہونے تک

☆ اب یہ کہتا ہوں، مدینے میں مجھے آنے دو

☆ بخت خفتہ نے مجھے روضے پہ جانے نہ دیا

☆ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

☆ پھر ہوا وقت کہ ہو بال کُشا موجِ شراب

☆ تیری آنکھیں، تری زلفیں، ترا شانہ دیکھوں

☆ دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا

☆ شوق، ہر رنگ رقیبِ سروساماں نکلا

☆ کیا مصیبت زدہ دل مائلِ آزار نہ تھا

☆ لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

☆ نکتہ چیں ہے، غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے

☆ ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

بحر رمل مثمن مشکول مسکن/ بحر رمل مثمن مشکول:

(مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن/ فعِلات فاعلاتن فعِلات فاعلاتن)

☆ تری ہر ادا ہے پیاری، تری شان خاکساری

☆ دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب

☆ دیوانگی میں مجنوں میرے حضور کیا تھا

☆ زلفِ نبی میں میں نے جو ہے قرار دیکھا

☆ سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر

☆ کوئی گفتگو ہو لب پر ترا نام آ گیا ہے

☆ مری آرزو محمد، مری جستجو مدینہ

☆ مرے مصطفیٰ کا ہمسر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا

☆ ممتا کا آسماں ہے، ماں مہرباں مری ماں

☆ میں چپ کھڑا ہوا ہوں، دربارِ مصطفٰی میں

☆ نہ کلیم کا تصور، نہ خیالِ طورِ سینا

☆ ہر لمحہ ہم پہ یارب! ہے لطفِ عام تیرا

☆ یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا

☆ یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی

☆ یہ محبتیں ہیں میری، مری ان سے یہ وفا ہے

☆ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا

بحر رمل مسدس محذوف:

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلن)

☆ پند نامہ (پوری کتاب اسی وزن میں ہے۔)

☆ عشق نے غالب! نکما کر دیا

☆ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

☆ کوئی دن گر زندگانی اور ہے

بحر رمل مسدس مخبون محذوف:

(فاعلاتن فَعِلاتن فَعِلن)

☆ پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا

☆ تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں

☆ جب بھی دل کھول کے روئے ہوں گے

☆ عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی

☆ کب وہ سنتا ہے کہانی میری

بحر شمیم مربع سالم:

(مفاعیلتن، مفاعیلتن)

☆ زمین و زماں تمھارے لیے

بحر کامل مثمن سالم:

(متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن)

☆ بلغ العلیٰ بکماله ، کشف الدجیٰ بجماله

☆ ترے پاک نام پہ اے خدا! مرا تن فدا، مرا من فدا

☆ ترے لفظِ کن سے جہاں بنا، تری شان جل جلالہٗ

☆ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

☆ مرے ورد دِلب ہے نبی نبی مرا دل مقامِ حبیب ہے

☆ نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

☆ نہ کہیں سے دور ہے منزلیں، نہ کوئی قریب کی بات ہے

بحر متدارک مثمن سالم:

(فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن)

☆ آپ شاہِ امم، آپ خیر الوریٰ

☆ اے رسولِ خدا، سرورِ انبیا

☆ اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیں

☆ اے وطن! دل کی دھڑکن میں شامل وطن!

☆ بالیقیں محترم ہیں سبھی انبیا

☆ جب سے میرا مدینہ وطن ہو گیا

☆ جس بشر کو ترا واسطہ مل گیا

☆ جشنِ آمدِ رسول اللہ ہی اللہ

☆ جو نبی سے مرے آشنا ہو گیا

☆ جھک گئی ہر جبیں، کپکپائے قدم

☆ رحمتِ دو جہاں، مونسِ انس و جاں

☆ ساعتِ آمدِ احمدِ مجتبیٰ

☆ فاصلوں کو تکلف ہے ہم سے اگر

☆ قلب کو اس کی رؤیت کی ہے آرزو

☆ گر طلب سے بھی کچھ ما سوا چاہیے

☆ کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں

☆ میرا کوئی نہیں آہ تیرے سوا

☆ میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم

☆ میں بوقتِ سحر اک چمن میں گیا

☆ میں کہوں، تم کہو، جو نبی نے کہا

☆ ہم پہ کر دے کرم تیرے بندے ہیں ہم

☆ ہم مدینے سے اللہ! کیوں آ گئے

بحر متدارک مثمن مخبون:

(فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن)

(اس وزن میں کسی بھی عین کو ساکن کر سکتے ہیں۔)

☆ الصبح بدا من طلعتہ

☆ انوارِ نبی کے جلووں سے

☆ سرکارِ دو عالم کے دیکھو

☆ سرکارِ دو عالم کے رخ پر

☆ قرآں کی ہدایت بھول گئے

☆ کچھ اس کی خبر بھی ہو تجھ کو

☆ کچھ روز سے عشقِ احمد میں

☆ کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر

☆ میلاد کا موسم آیا ہے

☆ میں اپنے نبی کے کوچے میں

☆ وہ زلفِ معنبر صلِ علی

☆ یہ علم و ہنر کا گھوارہ

بحرِ متقارب مثمن سالم:

(فعولن فعولن فعولن فعولن)

☆ الٰہی! میں ہوں بس خطا کار تیرا

☆ جو گزری تری یاد میں زندگی ہے

☆ جہاں روضۂ پاکِ خیرالوریٰ ہے

☆ حرم کی مقدس فضاؤں میں گم ہوں

☆ زمیں آسماں میں، مکاں لامکاں میں

☆ قدم ہے بلال! آج چلنے سے عاری

☆ کوئی مجھ سے پوچھے میں کیا مانگتا ہوں

☆ کھلا ہے سبھی کے لیے بابِ رحمت

☆ مبارک محمد کا نقشِ قدم ہے

☆ مجھے بھی الٰہی! مدینہ دکھا دے

☆ مجھے مصطفیٰ کی محبت کی عطا کر

☆ محمد شفیع الوریٰ بن کے چمکے

☆ محمد ہمارے بڑی شان والے

☆ میں نعتِ شفیعِ امم لکھ رہا ہوں

☆ نبی کے نواسے حسین ابن حیدر

☆ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

☆ ہمیں اپنی جاں سے ہیں پیارے صحابہ

☆ یہ حج وزیارت مبارک ہو تم کو

بحر متقارب مثمن محذوف:

(فعولن فعولن فعولن فعو)

☆ افق سے سحر مسکرانے لگی

☆ بوستانِ سعدی (شیخ سعدی رحمہ اللہ کی کتاب)

☆ خوشی تو ہے آنے کی برسات کے

☆ شبِ ہجر میں کم تظلّم کیا

☆ کریما (شیخ سعدی رحمہ اللہ کی کتاب)

☆ گلستانِ سعدی (شیخ سعدی رحمہ اللہ کی کتاب)

☆ نامِ حق (علامہ شرف الدین بخاری رحمہ اللہ کی کتاب)

بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

(فعل فعول فعول فعول فعول فعول فعول فعَل)

(12 121 121 121 121 121 121 21)

(اس وزن میں کسی بھی 11 کو 2 کر سکتے ہیں)

☆ ان کی نظر میں جب سے میں ہوں، رنج نہیں، آلام نہیں

☆ پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

☆ تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے، کوئی نہیں

☆ گمراہی کی دھوپ ڈھلی ہے، ابرِ ہدایت چھایا ہے

☆ لب پر نعتِ پاک کا نغمہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

☆ مدحت اس کی کیوں نہ کریں وہ مدحت کا حقدار بھی ہے

☆ ہر دن یوں ہی گزرے میرا ان کی نعت بنانے میں

بحر متقارب مسدس اثرم مقبوض مضاعف:

(فعل فعول فعول فعول فعولن)

(12 121 121 121 121 221)

(اس وزن میں کسی بھی 11 کو 2 کر سکتے ہیں)

☆ پتا پتا بوٹا بوٹا ذکر خدا میں کھویا

بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف:

(فعل فعول فعول فعَل)

(2112112112)

(اس وزن میں کسی بھی 11 کو 2 کر سکتے ہیں)

☆ ابو لائے موٹر کار

☆ اللہ واحد و یکتا ہے

☆ دل کی دھڑکن، سب کی جان۔ پاکستان ہے پاکستان

☆ میں نے دیکھی تنہائی

بحر متقارب مثمن اثلم:

(فعلن فعولن فعولن فعولن)

☆ لبیک یا حرم!

بحر متقارب مربع اثلم مضاعف:

(فعلن فعولن فعلن فعولن)

☆ پاکیزہ فطرت یہ پاک لشکر

☆ کعبے کی رونق، کعبے کا منظر

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف:

(مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن)

☆ایک پہاڑ اور گلہری (اقبال مرحوم کی نظم)

☆حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے

☆خدا کا ذکر کریں، ذکرِ مصطفی نہ کریں

☆غلام کہتا ہے آقا تمھیں سلام سلام

☆یہ کس شہنشہِ والا کی آمد آمد ہے

بحرِ مشاکل مسدس مکفوف اخرم محذوف:

(فاع لاتن مفاعیل فعلن)

☆سبز گنبد بسا ہے نظر میں، باغ جنت کی حسرت نہیں ہے

☆کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی، میرے آقا نے عزت بچالی

بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:

(مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن)

☆اللہ کے حبیب ہیں، جرأت کے وہ نشاں

☆ پہلے عمل میں ان کے اثر پیروی کرو

☆ جب سے مرا حضور سے کانٹکٹ ہو گیا

☆ دیدارِ مصطفیٰ کے جو حق دار ہو گئے

☆ صورت کو دیکھتے ہی سبھی زخم بھر گئے

☆ عظمت کا آسماں ہیں صحابہ حضور کے

☆ لب پر درود، دل میں خیالِ رسول ہے

بحر ہزج مثمن سالم:

(مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن)

☆ بابِ تابندہ

☆ بیٹی کی شان

☆ جھپٹ لینا تو آتا ہے، پلٹ جانا نہیں آتا

☆ خدا کی بندگی کا لطف ہرگز پا نہیں سکتے

☆ قصیدۂ امی عائشہ

☆ قصیدۂ حزنِ حسان بن ثابت

☆ قصیدۂ سفرِ طائف

☆ کبھی ہم تو اک دن جا کے بیت اللہ دیکھیں گے

☆ کوئی کیسے سمجھ پائے گا رتبہ سبز گنبد کا

☆ لکھا ہے اک ضعیفہ تھی کہ جو مکہ میں رہتی تھی

☆ مبارک باد اے لوگو! کہ ختم المرسلیں آیا

☆ محمد پر صحابہ کی طرح یا رب! فنا کر دے

☆ محمد کا نہ در ملتا تو دیوانے تو کہاں جاتے

☆ محمد مصطفی آئے، بہار اندر بہار آئی

☆ نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے

☆ نبی کے شہر میں جاؤں، سکوں قلب میں پاؤں

☆ وصلی اللہ علی نورٍ کز وشد نور ہا پیدا

☆ ہر اک مقصد میں اللہ کو پکارا تھا، پکاریں گے

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف:

(مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن)

☆ اس ربِّ دو عالم کی عطا سب کے لیے ہے

☆ اسلام کی بنیاد پہ یہ ملک بنا ہے

☆اے خاصۂ خاصانِ رُسُل ! وقتِ دعا ہے

☆اے دشمنِ اسلام! خبر دار خبر دار

☆اے دشمنِ محبوبِ خدا! لشکرِ شیطاں!

☆اللہ نے یہ شان بڑھائی ترے در کی

☆بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

☆پھر کفر نے سر اپنا اٹھایا ہے جوانو!

☆پیغامِ صبا لائی ہے گلزارِ نبی سے

☆تو دوست کسی کا بھی، ستمگر! نہ ہوا تھا

☆تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا

☆درپیش ہو طیبہ کا سفر کیسا لگے گا

☆غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے

☆کل فکر یہ تھی کشورِ اسرار کہاں ہے

☆کیا زخم ہے وہ زخم کہ مرہم نہیں جس کا

☆کیا شعلۂ طرّار وہ اللہ غنی ہے

☆کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قریں تھا

☆لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دِن اور

☆ وہ جس کے لیے محفلِ کونین سجی ہے

☆ وہ دشمنِ جاں، جان سے پیارا بھی کبھی تھا

☆ ہم سہہ نہ سکیں گے یہ جدائی ترے در کی

☆ ہو نعتِ بشر کیا کوئی شایانِ محمد

☆ ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور

بحر ہزج مثمن اخرب:

(مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن)

☆ تقدیر سنورتی ہے ہر آن مدینے میں

☆ دربارِ رسالت کی کیسی وہ گھڑی ہوگی

☆ عالم ترا دیوانہ اے جلوۂ جانانہ!

☆ ہر لحظہ ہے رحمت کی برسات مدینے میں

بحر ہزج مثمن اشتر:

(فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن)

☆ ذکر اس پری وش کا، اور پھر بیاں اپنا

☆ کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے

☆ کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا

☆ ہے کہاں تمنّا کا دوسرا قدم یا رب

بحر ہزج مثمن مقبوض:

(مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن)

☆ سنو فضا بدل چکی ہے ہر طرف نکھار ہے

☆ دیارِ دل کی رات میں چراغ سا جلا گیا

بحر ہزج مربع اشتر مقبوض مضاعف:

(فاعلن مفاعلن فاعلن مفاعلن)

☆ اے مجاہدِ نبی! نعت گنگنائے جا

بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف:

(مفعول مفاعلن فعولن)

☆ ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا (اقبال مرحوم کی مشہور نظم "ہمدردی")

☆ فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

☆ وہ دل کا برا نہ بے وفا تھا

☆ عشق گرد (محترم سعود عثانی صاحب کی مشہور طویل غزلِ مسلسل)

پہلا شعر:

ہر ایک سے معرکہ پڑا تھا
کس عشق سے واسطہ پڑا تھا

بحر ہزج مسدس محذوف:

(مفاعیلن مفاعیلن فعولن)

☆ اسے ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا

☆ مرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

☆ نہیں سنتا دلِ ناشاد میری

☆ ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا

موزوں آیات واحادیث

اس نقشے میں بعض وہ آیات، احادیث اور دعائیں پیش کی جارہی ہیں جو اتفاق سے عروض کی کسی نہ کسی بحر کے مطابق ہیں۔

<u>وضاحت:</u>

آیات کے موزوں ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ قرآن کریم شاعری ہے، جیسا کہ کفارِ مکہ کا غلط اعتراض تھا، جسے اللہ نے "وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ" کہہ کر ردفرمایا ہے، بلکہ شعر کے لیے علمائے عرب نے ارادے کی قید لگائی ہے، لہٰذا اگر کسی کا کلام بلا ارادۂ شعر کسی بحر کے مطابق ہو تو اسے شعر نہیں کہا جاتا، ان آیات واحادیث کا وزن پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نوآموز احباب کے لیے وزن اور تقطیع کو سمجھنا مزید آسان ہوجائے کہ آیات اور دعاؤں کے زبر، زیر، پیش بالکل واضح ہوتے ہیں۔

آیت/حدیث	حوالہ	ترجمہ	بحر	وزن
موزوں آیات				
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	-	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے، نہایت رحم کرنے والا ہے۔	سریع مزاحف	مفعولن مفعولن فاعلان
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ	الفاتحۃ ۴	روز جزا کا مالک ہے۔	متقارب مزاحف	فعْلن فعولن فاع
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ	البقرۃ ۸۴	تو تم نے اقرار کرلیا، اور تم (اس بات کے) گواہ ہو۔	رمل مزاحف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلان
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ	آل عمران ۹۲	جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (راہِ خدا میں) خرچ نہ کروگے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکوگے۔	رمل سالم	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ	الاعراف ۱۸۳	اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں، میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے۔	متقارب مزاحف	فعولن فعولن فعولن فعو

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا	یوسف ۹۱	اللہ کی قسم! اس نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔	ہزج مزاحف	مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا	الاحزاب ۵۶	ان پر درود وسلام بھیجو۔	کامل سالم	مستفعلن متفاعلن
يَوْمَ التَّنَادِ ، يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ	المؤمن ۳۲	پکار کے دن، جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔	مضارع مزاحف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه	محمد ۱۹	اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔	ہزج مزاحف	فاعلن مفاعیلن
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه	الفتح ۲۹	محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔	ہزج مزاحف	مفاعلن مفاعیلن
وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا	الذاریات ۱	قسم ہے اُن ہواؤں کی جو گرد اڑانے والی ہیں۔	رمل مزاحف	مفعول فاعلاتن
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِب	الطلاق ۳	اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔	متقارب مزاحف	فعولن فعولن فعولن فعو
اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ	الکوثر ۱	ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔	متدارک/ متقارب	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن
مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس	الناس ۴	اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔	متدارک/ متقارب	فعلن فعلن فعلن فعلان

موزوں احادیث

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه۔	بخاری	نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت صرف اللہ کے حکم سے ملتی ہے۔	ہزج مزاحف	مفعول مفاعیل فعول
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔	-	اللہ ان پر رحمت اور سلامتی نازل کرے۔	متدارک مزاحف	فعلن فعِلن فعِلن فعلن
اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب۔	بخاری	میں ہی نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔	ہزج مزاحف	مفاعلن مفاعلن
اَلْحَمْدُ لِلّٰه۔	فاتحہ بخاری	تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔	متقارب مزاحف	فعلن فعولن
جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔	بخاری	اللہ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔	ہزج مزاحف	مفاعیلن فعولن

تقطیع

شعر کے الفاظ کو بحر کے ارکان کے مطابق الگ الگ لکھنا "تقطیع" کہلاتا ہے۔

جیسے اقبال مرحوم کا یہ شعر ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح وقلم تیرے ہیں

اس کی تقطیع اس طرح ہوگی:

کی محمد	کی۔مُ۔حم۔مد	فاعلاتن
سے وفا تو	سِ۔و۔فا۔تو	فعِلاتن
نے تو ہم تے	ن۔تُ۔ہم۔تے	فعِلاتن
رے ہیں	رے۔ہے	فعلن
یہ جہاں چی	یِ۔جَ۔ہا۔چی	فاعلاتن
ز ہے کیا،لو	ز۔ہِ۔کا۔لو	فعِلاتن
ح وقلم تے	ح۔ق۔لم۔تے	فعِلاتن
رے ہیں	رے۔ہے	فعلن

اس نقشے کو دھیان سے دیکھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ شعر کا وزن چیک کرنے کے لیے اس کی تقطیع کس طرح کی جاتی ہے اور کس طرح بعض حروف کو گرایا بھی جاسکتا ہے۔

مصرع	تقطیع	رکن	ہجائی وزن
ازل کی خوشبو ہو جس میں پنہاں کوئی بتائے تو نام ایسا		مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن	
ازل کی خوشبو	ا۔زل۔ک۔خُش۔بو	مفاعلاتن	۲۲۱۲۱
ہو جس میں پنہاں	ہُ۔جس۔م۔پِن۔ہا	مفاعلاتن	۲۲۱۲۱
کوئی بتائے	کُ۔ئی۔بَ۔تا۔ئے	مفاعلاتن	۲۲۱۲۱
تو نام ایسا	تُ۔نا۔م۔اے۔سا	مفاعلاتن	۲۲۱۲۱
کوئی امید بر نہیں آتی		فاعلاتن مفاعلن فعلن	
کوئی امی	کو۔ء۔اُم۔می	فاعلاتن	۲۲۱۲
د بر نہیں	د۔بَر۔نَ۔ہی	مفاعلن	۲۱۲۱
آتی	آ۔تی	فعلن	۲۲
ایسی زمیں اور آسماں، ان کے سوا جانا کہاں		مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن	
ایسی زمیں	اے۔سی۔زَ۔می	مستفعلن	۲۱۲۲
اور آسماں	رو۔را۔س۔ما	مستفعلن	۲۱۲۲
ان کے سوا	ان۔کے۔س۔وا	مستفعلن	۲۱۲۲
جانا کہاں	جا۔نا۔ک۔ہا	مستفعلن	۲۱۲۲

مصرع	تقطیع	رکن	ہجائی وزن
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا		فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	
کس نے قطروں	کس ۔ ن ۔ قط ۔ رو	فاعلاتن	۲۲۱۲
کو ملایا	کو ۔ م ۔ لا ۔ یا	فاعلاتن	۲۲۱۲
اور دریا	او ۔ ر ۔ در ۔ یا	فاعلاتن	۲۲۱۲
کر دیا	کر ۔ د ۔ یا	فاعلن	۲۱۲
خوابِ دیرینہ کو ہوتے ہوئے پورا دیکھوں		فاعلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعلن	
خوابِ دیری	خا ۔ بِ ۔ دے ۔ ری	فاعلاتن	۲۲۱۲
نہ کو ہوتے	نَ ۔ کُ ۔ ہو ۔ تے	فعِلاتن	۲۲۱۱
ہوئے پورا	ہُ ۔ وِ ۔ پو ۔ را	فعِلاتن	۲۲۱۱
دیکھوں	دے ۔ کو	فعلن	۲۲
عشق نے غالب! نکما کر دیا		عشق نے غالب! نکما کر دیا	
عشق نے غا	عش ۔ ق ۔ نے ۔ غا	فاعلاتن	۲۲۱۲
لب نکما	لب ۔ ن ۔ کم ۔ ما	فاعلاتن	۲۲۱۲
کر دیا	کر ۔ د ۔ یا	فاعلن	۲۱۲

مصرع	تقطیع	رکن	ہجائی وزن
دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب		مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	
دنیا کی	دن۔یا۔کِ	مفعول	۱۲۲
محفلوں سے	مح۔فِ۔لو۔سے	فاعلاتن	۲۲۱۲
اکتا گ	اُک۔تا۔گ	مفعول	۱۲۲
یا ہوں یارب	یا۔ہُ۔یا۔رب	فاعلاتن	۲۲۱۲
جب بھی دل کھول کے روئے ہوں گے		فاعلاتن فَعِلاتن فَعلن	
جب بھی دل کھو	جب۔بِ۔دل۔کو	فاعلاتن	۲۲۱۲
ل کے روئے	ل۔کِ۔رو۔ئے	فَعِلاتن	۲۲۱۱
ہوں گے	ہو۔گے	فَعلن	۲۲
نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا		متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	
نہ سلیقہ مجھ	نَ۔سَ۔لی۔قَ۔مُج	متفاعلن	۲۱۲۱۱
میں کلیم کا	مِ۔کَ۔لی۔م۔کا	متفاعلن	۲۱۲۱۱
نہ قرینہ تجھ	نَ۔قَ۔ری۔نَ۔تُج	متفاعلن	۲۱۲۱۱
میں خلیل کا	مِ۔خَ۔لی۔ل۔کا	متفاعلن	۲۱۲۱۱

مصرع	تقطیع	رکن	ہجائی وزن
اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیں		فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	
اے رسو	اے۔رَ۔سو	فاعلن	۲۱۲
لِ امیں	لے۔اَ۔می	فاعلن	۲۱۲
خاتم ال	خا۔تَ۔مُل	فاعلن	۲۱۲
مرسلیں	مُر۔سَ۔لی	فاعلن	۲۱۲
کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر		فعلن فعلن فعلن فعلن	
کعبے	کع۔بے	فعلن	۲۲
پہ پڑی	پ۔پ۔ڑی	فعِلن	۲۱۱
جب پہ	جب۔پہ	فعلن	۲۲
لی نظر	لِ۔نَ۔ظَر	فعِلن	۲۱۱

ایک خوب صورت غزل کی تشریح

شاعر: استاد محترم مزمل شیخ بسمل صاحب

یہی ہے بسملؔ! مرا عقیدہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
وہ بحرِ الفت ہے میں کنارہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
ہے منتخب یہ ازل سے رشتہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
نہ اسنے سوچا نہ میں نے سمجھا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
ہوا ہے وہ امتزاج پیدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
ہے دونوں قالب میں روح تنہا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
تمام عالم کی جستجو ہے ہوئے ہیں دو ایک جان کیسے
یونہی ہے حیران چشمِ بینا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
وہ مجھ میں کھویا میں اس میں کھویا جہان مین لاولد ہیں گویا
کرشمہ الفت نے یہ دکھایا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
وہ میری پُتلی میں ہے سراپا میں اسکی پُتلی میں ہوں سراپا
خود اپنی آنکھوں میں آج دیکھا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

ناچیز کا تبصرہ:

استاد کا کلام ہو اور ہلکی پھلکی معمول کی داد سے کام چلا لیا جائے تو یہ ناانصافی ہے، اس لیے سوچا کہ اس خوب صورت غزل کے محاسن اور خوب صورت تشریحات سے قوم کو آگاہ بلکہ مزین کروں۔ اس غزل میں بندے کو درجِ ذیل خوبیاں محسوس ہوئیں:

① اس غزل میں شاعر محترم نے مطلع اول کے بعد مطلع ثانی اور پھر حسن مطلع تینوں کا التزام کیا ہے، جو کہ شاعر کی قادر الکلامی کا بین ثبوت ہے۔

② غزل کی ردیف طویل اور مشکل ہونے کے ساتھ پُر کیف ہے، جسے پوری غزل میں شان دار طریقے سے نبھانا صرف استادوں کی شان ہے۔

③ موصوف نے ردیف میں صنعتِ عکس سے کام لیا ہے، دو چیزوں کو ذکر کر کے پھر پہلے کو بعد میں اور بعد والے کو پہلے ذکر کرنا صنعتِ عکس کہلاتا ہے، شاعرِ محترم نے "یار" اور "مجھ" کو ذکر کیا پھر "مجھ" کے متبادل "میں" کو پہلے اور "یار" کو بعد میں ذکر کیا ہے، یہ بڑی خوبی کی بات ہے کہ عکس جیسی صنعت کو ردیف میں بروئے کار لایا جائے۔

④ حرفِ "م" فارسی میں محبوب کے دہن (منہ) کی علامت کے طور پر شمار کیا جاتا ہے، شاعرِ محترم نے غزل کی ردیف میں اس حرف کا چار بار استعمال کیا ہے۔

⑤ ایک اور نکتے کی بات یہ ہے کہ "میں" تکبر کی علامت ہے، مگر ردیف میں اس خوبی سے اس لفظ کو سجایا گیا ہے کہ یہ عاجزی اور حد درجے تعلق کے معنی دے رہا ہے۔

⑥ فارسی زبان میں امیر خسرو دہلوی کا مشہور ترین شعر ہے:

من تو شدم تو من شدی ، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم ، تو دیگری

شاعرِ محترم نے اس پورے شعر کو محض اپنی ردیف میں قلم بند کر دکھایا ہے۔

⑦ صوفیانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو سلوک کے مراحلِ ثلاثہ (سیر الی اللہ، سیر فی اللہ اور سیر من اللہ) کا محترم شاعر بوقتِ غزل گوئی درمیانہ درجہ طے کر رہے ہیں، یا کر چکے ہیں اور اب اس صوفیانہ اور سالکانہ واقعے کی ماہرانہ اور شاعرانہ حکایت بیان فرما رہے ہیں۔

اب غزل کا پہلا شعر ملاحظہ فرمائیے:

یہی ہے بسملؔ مرا عقیدہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
وہ بحرِ الفت ہے میں کنارہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

☆ شاعر موصوف نے مطلع ہی میں اپنا تخلص ذکر کر کے شعرائے زمانہ کو بتا دیا کہ میر کی ساری روایات کو ترک نہیں کرنا، میر نے بھی بعض اوقات مطلع میں اپنا تخلص ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

پھر موجِ ہوا پیچاں اے میر! نظر آئی
شاید کہ بہار آئی ، زنجیر نظر آئی

نیز

ہم ہوئے ، تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

☆ ”بسمل“ اس مرغ کو کہتے ہیں جس کی گردن پر ”بسم اللہ“ پڑھ کر چھری پھیر دی جائے ، سبحان اللہ! سیر فی اللہ کے ذکر کی ابتدا ہی ”بسمل“ سے کر کے شاعر محترم نے یہ بتا دیا کہ اس راہ میں گردن کٹوانے کے بعد سفر کا آغاز ہوا کرتا ہے، ظاہر ہے کہ جسمانی گردن کٹوانے سے کہیں زیادہ مشکل اپنی نفسانی خواہشات کا گلا گھونٹنا ہے۔

☆ لفظ ”یہی ہے“ سے صوفی شاعر نے منکرینِ وحدت الوجود پر یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ تم جس چیز کا سرے سے انکار کر رہے ہو، میرے پاس تو سرمایہ ہی یہی ہے۔

☆ لفظ ”عقیدہ“ سے شاعرِ معتدل نے قائلینِ وحدت الوجود کو محتاط رہنے کا اشارہ بھی دے دیا کہ خبردار!! ان سنگلاخ گھاٹیوں میں سرگرداں رہنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اگر حدِ اعتدال سے ذرا سا بھی افراط یا تفریط کا شکار ہوئے تو زمینِ عقائد اور ہجومِ اعمال میں افراتفری مچ جائے گی۔

☆ مطلع کے دوسرے مصرع میں شاعرِ موصوف سیر فی اللہ کی کیفیات بیان فرما رہے ہیں کہ انھوں نے وہاں کیا پایا، وہاں انھیں تا حدِ نظر سمندر ہی سمندر موج زن نظر آیا، سمندر بھی الفت کا، محبت کا، پیار کا، رحمت کا، عنایتوں کا، مہربانیوں کا، الطافِ ربانی کا اور اگلے ہی لفظ میں یہ بھی جتا دیا کہ سمندر کے نظاروں میں کھونے کے بعد شاعر سراپا ساحلِ سمندر بن چکے تھے اور ساحل کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سمندر کی موجوں کو، وہاں کے زیر و بم کو، طغیانی اور بھنور کو، سکون اور جذب کو بس دیکھتا چلا جاتا ہے، دیکھتا ہی چلا جاتا ہے۔” کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں......“

سات اہم نکات

از محترم استاد محمد یعقوب آسی صاحب

یوں خیالوں کی تصویر قرطاس پر کیسے بن پائے گی
لفظ کھو جائیں گے فن کی باریکیاں ڈھونڈتے ڈھونڈتے

❶ وہی بہت بار دہرائی گئی بات کہ شعر اور شے ہے کلامِ منظوم اور شے ہے۔

بقول انور مسعود شعر وہ ہے جو قاری کو چھیڑ دے؛ تو یہ چھیڑنا کیا ہوا؟ اس کے کئی انداز کئی پہلو ہو سکتے ہیں کہیں مفرد کہیں مرکب:

① شعر کا پیغام، موضوع، مضمون انداز وغیرہ قاری کو کسی سوال سے آشنا کرے، تجسس لے کر آئے۔

② کوئی جذباتی کیفیت ایسے بیان کرے کہ قاری اس میں گرفتار نہیں ہوتا تو مائل ضرور ہو جائے، یا کم از کم اس کیفیت کے احساس یا ادراک سے دوچار ہو۔

③ انسان کی بہت ساری مستقل قدریں ہیں: پیٹ کا مسئلہ ہے، سر چھپانے کی بات ہے، تعلقات کی باتیں ہیں (محبت، نفرت، غصہ، لاتعلقی، جھلاہٹ، انتقام، خوف، امیدیں، ولولے، کوشش وغیرہ وغیرہ) ان میں سے کسی کو بیان کیجئے یا ایک دو تین کی کوئی مرکب صورت بنتی ہے تو وہ لائیے۔

④ مفروضات کی بنا پر شعر آپ بنا سکتے ہیں، مگر ان پر تکیہ نہ کیجئے۔ آپ پر ایک صورت جو بیتی ہے وہ ہزار مفروضوں سے زیادہ قوت رکھتی ہے۔

❷ زبان، ہجے، املا، محاورہ، روزمرہ، الفاظ، تراکیب: ان کو قطعی طور پر درست ہونا چاہیے، ایک شاعر کو یہ عذر زیب نہیں دیتا کہ جی مجھے پتا نہیں تھا۔ ہجوں کی غلطی خوش ذوق قاری پر اتنی گراں گزرتی ہے کہ جہاں شاعر نے (مثال کے طور پر: ذرہ کو ذرا یا زرہ) غلط لکھا، وہ غزل پر سلام پیش کر کے ایک طرف ہو جائے گا۔

❸ شعر کی زمین (اوزان وارکان، قوافی، ردیف) اور مصرع کی ضخامت کو بہت متوازن، بہت رواں اور بہت سہل رکھیے، آپ اور آپ کا قاری اور سامع دونوں سہولت میں رہیں گے۔ ردیف بہت پابندیاں لاتی ہے۔ اگر غزل میں آپ نے "میں" ردیف رکھی ہے جو کہ حرفِ جر ہے اور ظرف (زمان، مکان) کی علامت ہے تو ایسی ردیف آپ کو اس سے باہر نہیں جانے دے گا۔ قوافی جہاں مضامین لاتے ہیں وہیں کچھ پابندیاں بھی لگاتے ہیں۔ آپ "مہتاب" کے ساتھ "اکتساب" کا قافیہ نہیں لا سکتے (کہ کوئی معروف بحر اس کی اجازت نہیں دے گی) اس کو "ماہتاب" لکھیے اور پڑھیے تو تو اس کے برابر "اکتساب" آ جائے گا۔

ادھر مشہور زمینوں میں شعر موزوں کرنا ایک لحاظ سے خطرناک بھی ہے۔ آپ نے غالب کی زمین میں غزل کہہ دی، آپ کا خوش ذوق قاری غالب سے بیگانہ نہیں رہ سکتا، اس کے ذہن میں غالب کی غزل فوراً گونجے گی، بجا کہ قاری کو آپ سے ایسی کوئی توقع وابستہ نہیں کرنی چاہیے کہ آپ غالب کو بچھاڑ دیں گے، تاہم وہ آپ سے کچھ نکھرے ہوئے، منجھے ہوئے، اور پکائے ہوئے شعروں کی توقع ضرور وابستہ کرے گا۔

❹ یہ مت کہیے گا کہ جی میں تو اپنے لیے شعر کہتا ہوں، یا یہ تو ایک طرح کا کتھارسس ہے وغیرہ۔ قاری اور سامع کو منہا کر دیجیے تو آپ کے پاس شعر کہنے کا جواز ہی نہیں رہ جاتا۔ آپ کے شعر کا مافی ضمیر آپ کے قاری تک پہنچنے میں کچھ حصہ قاری کا ہے اور کچھ آپ کا بھی ہے۔ غزل کے شعر کا قاری آپ سے بجھارتوں کی توقع نہیں رکھتا، ہاں! کسی ڈھنگ سے سلیقے سے آپ کچھ بات اس سے چھپا لیں تو وہ اس کو آپ کی ادا سمجھ کر اس پر فریفتہ بھی ہو سکتا ہے۔

کوئی بات خلافِ واقعہ نہ کیجیے اور اگر ایسا کچھ کہنا ہے تو پھر اس کا کوئی (قابلِ قبول) جواز، کوئی (خوبصورت سا) بہانہ بھی لانا ہوگا۔ عید کے چاند کے حوالے سے غالب نے کیا خوب کہا ہے (یاد رہے کہ نئے چاند سے کبھی دو دن اور کبھی تین دن پہلے چاند کسی وقت بھی دکھائی نہیں دیتا)

عذر میں تین دن نہ آنے کے
لے کے آیا ہے عید کا پیغام

حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ چاند کو بہانہ سازی کی کیا حاجت! وہ تو ایک مضبوط حسابی نظام پر چلتا ہے۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۂ رحمٰن:۵)

قاری کو آپ کا شعر اتنا ہی اچھا لگے گا، جتنی وہ آپ کے اور قاری کے درمیان سانجھ رکھے گا۔ سو، عمومی انسانی سطح اور انسانی طرزِ احساس و استدلال کے قریب رہیے، اور بلند خیالی کو بھی اسی سطح سے اٹھائیے۔ آپ خلا سے بات کریں گے تو زمین والے شاید اس کو سمجھ ہی نہ پائیں۔

❺ اردو پر بھی دیگر زبانوں کی طرح کئی ادوار آئے ہیں۔ وہ الفاظ اور تراکیب جو کبھی ادب میں بھی حسن سمجھی جاتی تھیں، آج متروک ہو گئیں۔ امیر خسرو نے تب "ورائے نیناں" کہا

تھا، ٹھیک کہا تھا، وہ اب نہیں چلے گا۔ "کبھو، کسو، کوں، سوں" ولی نے بہت خوبی سے باندھے، آج میں اور آپ ایسا کریں گے تو خود نہیں نبھا پائیں گے۔ "آوے ہے، جاوے ہے، کرو ہو، سنو ہو، بیٹھوں ہوں" ان کا لطف بھی جاتا رہا۔ ایسی زبان لانی ہے تو ضرور لائیے، مگر پورے ماحول کے ساتھ لائیے، ایک آدھ لفظ ہو تو یوں لگتا ہے جیسے بلندی پر اڑتا ہوا کوئی پرندہ فرش نشین کے سر پر اپنا کام دکھا گیا۔

❻ غزل کے شعروں میں ریزہ خیالی اور تسلسلِ خیال و مضمون دونوں رویے معروف ہیں۔ بہ ایں ہمہ ایک غزل کے تمام شعروں میں کبھی مزاج کے حوالے سے، کبھی لفظیات کے حوالے سے ایک لطیف سی فضا تشکیل پا جاتی ہے، اسے آپ غزل کی زیریں رَو کہہ لیجیے۔ کوئی شعر اس لطیف سے تعلق میں پوری طرح رچا بسا نہ ہو تو بہتر ہے اس کو الگ رکھ لیں، کسی اور غزل کا حصہ بن جائے گا اور اگر غزل میں سرے سے کوئی فضا بن ہی نہیں رہی تو الگ بات ہے، کوئی سا شعر ترتیب میں کہیں بھی آ جائے، چنداں فرق نہیں پڑتا۔

❼ خاص طور پر غزل کے شعر میں الفاظ کی درو بست اور ترتیب بہت اہم ہوتی ہے۔ کوئی لفظ کہاں ہو تو مؤثر ہو گا، کہاں ہو تو معانی میں اشکال پیدا ہو سکتا ہے، اس کو تعقید کہتے ہیں۔ ہمیں کسی نہ کسی سطح پر تعقید سے کام لینا ہوتا ہے، تاکہ اوزان سے موافقت قائم کی جا سکے، تاہم اگر کوئی لفظ معنوی یا لسانی حساب میں بہت دور جا پڑے تو یہی تعقید نقص بن جاتی ہے۔ مراعات کا اور علامات کا نظام ہے، استعارات کا نظام ہے، وغیرہ۔ یہ سارے حربے ہوتے ہیں جو شعر کی جمالیاتی سطح بناتے ہیں۔ جمالیات (بنانا، سنوارنا، نکھارنا، ترتیب دینا، حسن پیدا کرنا) ہی تو وہ چیز ہے جو عام زبان کو ادب بناتی ہے اور کلامِ منظوم کو اٹھا کر شعر کے درجے تک لے جاتی ہے۔

تین مفید باتیں

از استاد محترم اعجاز عبید صاحب

عزیزم محمد اسامہ سَرسَری نے اپنی کتاب "آ ؤ، شاعری سیکھیں" میں مجھ سے مفید اضافے کا کہا ہے، سو شاعروں کی خدمت میں تین باتیں عرض کرتا ہوں:

① ہر شاعر کو اپنی شاعری کا مقصد متعین کرنا چاہیے، ورنہ بسا اوقات بڑا کام ہو اور چھوٹا مقصد ہو تو کام کی اہمیت کم ہو جاتی ہے، بلکہ ختم ہو کر رہ جاتی ہے، تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے، اس لیے یہ نیت کیجیے کہ آپ کے پاس اچھی اور مفید باتوں کا جتنا خزانہ ہے، وہ سب آپ دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہر ذریعہ استعمال کریں گے، انھی ذرائع ابلاغ میں سے ایک ذریعہ قلم ہے، پھر قلم کی کاوشوں کے دو رخ ہیں، ایک نثر اور دوسرا نظم، نثر کے مقابلے میں نظم میں کہی گئی بات زیادہ اثر رکھتی ہے۔

② دوسری عرض یہ ہے کہ مقصد محض جمالیاتی بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی شعر پڑھنے یا سننے میں اچھا لگے۔ اگر اس کے ساتھ مقصد بھی ہو تو شعر دو آتشہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر نہ بھی ہو تو کم از کم دوسروں کو مسرت مہیا کرنے کا مقصد تو پورا ہو ہی گیا۔

③ تیسری عرض یہ ہے کہ کبھی شاعر اپنے لیے کسی موضوع کو بھی منتخب کرلیا کرتا ہے، جیسے میر تقی میر کی شاعری کا موضوع "غم" تھا، غالب کی شاعری کا موضوع عام طور سے فلسفہ اور عشقِ مجازی رہا ہے، جبکہ اقبال نے اپنی شاعری میں فلسفے کے علاوہ اصلاحِ امتِ مسلمہ کو بھی موضوع بنایا ہے۔

اساتذۂفن اوران کے مراتب

کچھ شعراءایسے گزرے ہیں جو بڑے شاعر بھی کہلائے ،استاد بھی مانے جاتے ہیں اور انھیں سند کا درجہ بھی حاصل ہے۔

اور کچھ شعراءشاعری میں اونچا مقام رکھنے اوراستاد ہونے کے باوجود سند تسلیم نہیں کیے گئے۔

جبکہ بہت سے ایسے شعرائے کرام بھی ہیں کہ شاعری میں ان کے مقام کی رفعت تسلیم ہونے کے باوجود انھیں استاد اور سند نہیں کہا جاسکتا۔

اس بارے میں یقیناً ایک سے زیادہ آرا ہوسکتی ہیں، میں یہاں اپنے استاد محترم محمد یعقوب آسی صاحب کی پیش کردہ ترتیب لکھنے پر اکتفا کرنا چاہوں گا، وہ فرماتے ہیں:

”یہ فہرست ہے جواب تک تجویز کی گئی یاان بزرگوں کواستاد شعراءکہا گیا۔

میرا نکتہ یہ ہے کہ بڑا شاعر ہونا اور بات ہے، استاد ہونا اور بات ہے اور فنی حوالے سے سند کی حیثیت رکھنا اور بات ہے(فکری اور نظریاتی اسناد کا معاملہ یہاں نہیں)۔

اگر ان تفریقات کے ساتھ بات کی جائے تو اپنی جسارتیں پیش کیے دیتا ہوں۔دیکھیے، جہاں میں نے کچھ نہیں لکھا اُس کو نفی نہ سمجھیے گا، بلکہ میری کم علمی پر مبنی خاموشی گردانیے گا۔

نقشہ

بڑ شاعر، استاد، سند	بڑا شاعر، استاد	بڑا شاعر
مرزا غالب	مومن	احسان دانش
میر تقی میر	رئیس امروہی	احمد ندیم قسمی
داغ دہلوی	ولی دکنی	امیر خسرو
میر درد	-	نظیر اکبر آبادی
ذوق	-	فیض احمد فیض
آتش	-	مجید امجد
مرزا محمد رفیع	-	ن م راشد
-	-	قتیل شفائی
-	-	صوفی تبسم
-	-	سلیم کوثر
-	-	جمیل الدین عالی

فن میں سند کا معاملہ ذرا توجہ طلب ہے۔ اگر کہیں دو یا زیادہ اسناد میں ٹکراؤ کی کیفیت ہو تو میرا مشرب ہے کہ ان سب کو درست مانا جائے۔

اقبال کو میں الگ رکھتا ہوں اور الگ دیکھتا ہوں۔"

میرے اساتذۂ کرام

یوں تو بندے کے کئی اساتذۂ کرام ہیں جن سے بندہ عروض اور شاعری میں رہنمائی لیتا رہا ہے، مگر ان میں سے چار کی توجہ اور التفات کا بندہ سب سے زیادہ ممنون ہے:

استاد محترم سعود عثمانی صاحب (لاہور پاکستان)

استاد محترم محمد یعقوب آسیؔ صاحب (ٹیکسلا، پاکستان)

استاد محترم اعجاز عبید صاحب (انڈیا)

استاد محترم مزمل شیخ بسملؔ صاحب (کراچی پاکستان)

☆☆☆

قطعہ

عشق کامل ہو نہیں سکتا رقیبوں کے بنا
خوبرو لیلیٰ و قیسِ بادیہ کافی نہیں
خوب پِتّا مارنا ہوگا غزل کے واسطے
سَرسَری تمرینِ وزن و قافیہ کافی نہیں

پچاس فروق

نمبر شمار	الفاظ	متعلقہ مقام
①	آسان اور مشکل بحر میں فرق	سوال: (۱۸)
②	آسان اور مشکل ردیف میں فرق	سوال: (۵۵)
③	اچھی اور بری شاعری میں فرق	شعروشاعری کا شرعی حکم
④	افاعیل، تفاعیل اور مفاعیل میں فرق	سوال: (۳)
⑤	ایطائے جلی اور ایطائے خفی میں فرق	انیسواں سبق
⑥	بڑے شاعر، استاد شاعر اور سند شاعر میں فرق	اساتذۂ فن اور ان کے مراتب
⑦	تخیل اور تخییل میں فرق	سولھواں سبق
⑧	تخییل اور محاکات میں فرق	سولھواں سبق
⑨	تعقیدِ لفظی و تعقیدِ معنوی میں فرق	عیوبِ سخن (تعقید)
⑩	تنافر اور عیبِ تنافر میں فرق	عیوبِ سخن (عیبِ تنافر)
⑪	درست، اچھے اور بہترین قافیوں میں فرق	تیسرا سبق
⑫	دیوان اور کلیات میں فرق	انیسواں سبق
⑬	رباعی اور مثنوی میں فرق	اٹھارھواں سبق
⑭	رکن، مصرع، شعر اور نظم میں فرق	چھٹا سبق
⑮	روی اور حرفِ روی میں فرق	آسان علمِ قافیہ

⑯	روی اور قائم مقام روی میں فرق	آسان علمِ قافیہ
⑰	زحاف اور مُزاحَف میں فرق	سترھواں سبق
⑱	سالم اور مُزاحَف میں فرق	سترھواں سبق
⑲	سببِ خفیف اور سببِ ثقیل میں فرق	انیسواں سبق
⑳	شعر اور شاعری میں فرق	پندرھواں سبق
㉑	علمِ عروض اور وزنِ شعری میں فرق	سوال:(۲۵)
㉒	علم قافیہ اور علم عروض میں فرق	سوال:(۲۶)
㉓	غزل اور نظم میں فرق	سوال:(۲۷)
㉔	غزل مسلسل اور پابند نظم میں فرق	سوال:(۴۲)
㉕	غیر ملفوظ اور غیر مکتوب حروف میں فرق	عیوبِ سخن (اقسامِ حروف)
㉖	فعولن اور فاعلن میں فرق	چھٹا اور ساتواں سبق
㉗	"فعولن، فاعلن" اور "شاعری" میں فرق	آٹھواں سبق
㉘	فکر اور فن میں فرق	آٹھواں سبق
㉙	قافیہ اور ردیف میں فرق	پہلا سبق
㉚	قافیہ اور مقفّٰی میں فرق	چوتھا سبق
㉛	قافیہ اور وزن میں فرق	پانچواں سبق
㉜	قطعہ اور رباعی میں فرق	سوال:(۳۹)
㉝	کہاں، کہیں اور کہاں پر، کہیں پر میں فرق	سوال:(۸)

۳۴	گرہ اور طرح میں فرق	سوال: (۵۶)
۳۵	بحر متقارب اور بحر متدارک میں فرق	گیارھواں سبق
۳۶	مثنوی اور قطعے کے اسلوب میں فرق	بارھواں اور انیسواں سبق
۳۷	مراعاتِ نظیر، تضاد اور ایہامِ تضاد میں فرق	سوال: (۴)
۳۸	مسدس اور مثمن میں فرق	سترھواں سبق
۳۹	مشکور، شاکر اور ممنون میں فرق	سوال: (۵۳)
۴۰	مطلع، حسنِ مطلع اور احسن مطلع میں فرق	سوال: (۳۵)
۴۱	میں ظرفیہ اور میں متکلم میں فرق	عیوبِ سخن (خلطِ اقسامِ واو و یاء)
۴۲	نظمِ معرّٰی اور اردئے معرّٰی میں فرق	انیسواں سبق
۴۳	واو عاطفہ اور لفظ "اور" میں فرق	سوال: (۲۲)
۴۴	واو معدولہ اور واو مخلوطہ میں فرق	عیوبِ سخن (اقسامِ حروف)
۴۵	واو معروف، واو مجہول اور واو لین میں فرق	عیوبِ سخن (خلطِ اقسامِ واو و یاء)
۴۶	وتدِ مجموع، مفروق و موقوف میں فرق	انیسواں سبق
۴۷	وصف اور صفت میں صرفی فرق	سوال: (۱۹)
۴۸	وصف اور صفت میں عروضی فرق	سوال: (۱۹)
۴۹	ہجائے بلند اور ہجائے کوتاہ میں فرق	چھٹا اور انیسواں سبق
۵۰	یائے معروف، مجہول و لین میں فرق	عیوبِ سخن (خلطِ اقسامِ واو و یاء)

☆ تَمَّتْ بِالْخَیْرِ ☆